ہمت مرداں مدد خدا

تجارب

یعنے

ڈاکٹر سموئیل سمائیلز کی مشہور کتاب سلف ہلپ کے بعض منتخب مقامات کا

ترجمہ

جسکو

جناب مولوی حسن علی صاحب محمڈن مشنری ساکن پٹنہ نے

نہایت عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کیا

حسب فرمائش

[illegible] مالک اخبار اشاعت بازار کشمیری لاہور نے

سنہ ۱۸۹[illegible]ء

دیباچہ

یہ کتاب "تحریک" انگلستان کی مشہور اور نامی کتاب سلپ ھلپ مصنفہ مسٹر اسمائیل سے انتخاب کرکے اردو زبان میں ہموطنوں کی خدمت میں پیش کیجاتی ہے - اِس کتاب کو اہل انگلستان بڑی عظمت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شاید ہی وہاں کوئی ایسا سکول ہوگا جس میں اس کے مضامین انتخاب کرکے پڑھائے نہ جاتے ہوں اور وہ کتب خانہ بھی بہت بدنصیب ہوگا جس کی الماریوں میں یہ لاجواب کتاب خوبصورت سُنہری جلدوں میں منڈھی ہوئی نہ رکھی ہو - کلکتہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جناب سر چارڈ گارتھ صاحب نے ۲ جولائی ۱۸۹۱ء کو نوجوانوں کے جلسے میں فرمایا "کیا تم نے کبھی سلطان الکتب یعنی سمعیل صاحب کی سلپ ہلپ کو پڑھا ہے؟ وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جسکو تمہیں اسقدر پڑھنا چاہئے کہ زبانی یاد ہو جائے - اِس کتاب میں انگلستان اور یورپ کے اُن سینکڑوں آدمیوں کے حالات درج ہیں جن کی ترقی کی راہ میں ہر طرح کی مزاحمتیں پیش آئیں غریب پسر تھے - اُنہوں نے کچھ بھی تعلیم نہیں پائی تھی لیکن اسپر بھی کوشش اور دلیری سے انہوں نے تمام اعلیٰ مقصد یعنی فراغ دستی ہی حاصل نہیں کی بلکہ بڑے دولتمند اور صاحب عزت بھی ہوگئے" - اِس کتاب سلپ ہلپ کی تصنیف سے سمیعل صاحب کی کیا غرض تھی میں اسکو خود مصنف کے دیباچہ سے نقل کرتا ہوں - اِس کتاب سے یہ غرض ہے کہ

کہ جوانوں پر یہ بات ثابت کر دی جائے کہ اس زندگی کو چین و آرام سے بسر کرنے کے لئے محنت کرنا ایک بہت ضروری امر ہے اور بے محنت اور سعی کے کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ مصیبتوں سے ہراساں نہیں ہونا چاہئے بلکہ استقلال کے ذریعہ سے اسپر فتح حاصل کرنی چاہئے اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ نیک چلن ہونا چاہئے کیونکہ بغیر اسکے لیاقت محض بیکار اور دنیاوی کامیابی محض لغو ہے"۔

میری یہ دلی آرزو ہے کہ یہ کتاب ہر نوجوان کے ہاتھ میں ہو اس سے بڑھکر انکا غمخوار رفیق اور سچا دوست کوئی دوسرا نہ ملے گا۔ میں تجربہ سے اس بات کو کہتا ہوں کہ اس کتاب کے ہر ایک باب میں ایک جداگانہ اثر ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کے دلوں میں نیک ارادوں کو مستحکم نہ کرے اور انکے حوصلے اور خیالات کو اعلے نہ بنائے۔

اپنی مہربان اور قدردان گورنمنٹ اور اپنے عزیز ہموطنوں سے میری یہ استدعا ہے کہ وہ اس کتاب کو بچوں کے سلسلہ تعلیم میں مقرر کریں۔ اس کتاب سے پورا فائدہ اُن کا سادہ اور اثر پذیر دل اُٹھا سکتا ہے۔

حسن علی   از پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱

اپنی مدد آپ

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
توز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو آپ اپنی مدد کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت آزمودہ مقولہ ہے
اِسمیں بہت بڑا تجربہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ آپ اپنی مدد کرنیکا جوش شخصی ترقی کی جڑ
ہے اور جب یہ جوش ایک قوم کے بہت سے آدمیوں میں موجود ہوتا ہے تو وہ
قوم کی قوم مضبوط اور زور آور اور شائستہ ہوجاتی ہے۔ بیرونی مدد کا کام کمزور کرنا ہے
اور اندرونی مدد کا کام زور آور بنانا۔ جب کسی آدمی یا کسی قوم کے لئے کوئی دوسرا
کچھ کرتا ہے تو وہ ضرورت جو اُسے آپ اپنی مدد کرنے کی ہوتی ہے رفع ہوجاتی ہے۔ اور
اِس لئے کمزوری اُس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ دیکھی گئی ہے کہ جب
آدمیوں کی نگرانی حد سے زیادہ ہوتی ہے اور بات بات پر اُنکی روک ٹوک کیجاتی ہے
جب اُن کے ہاتھ پاؤں گویا دوسروں کے چلائے چلتے ہیں تو وہ یقینی کمزور اور

بے چارہ ہو جاتے ہیں۔

عمدہ سے عمدہ سررشتے بھی انسان کو کوئی عملی مدد نہیں دے سکتے ہاں وہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ اسے آزاد چھوڑ دیں تاکہ یہ خود اپنے آپ بڑھے اور آپ اپنی حالت درست کرے۔ اس مادہ میں لوگوں نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے کہ "انسان کی ترقی عمدہ قانون سے ہوتی ہے" لیکن میری رائے میں تین چار برسوں کے بعد کونسل میں جا کر رائے دینے سے (گو وہ رائے نہایت ہی دیانت داری سے کیوں نہ دی گئی ہو) انسان کی زندگی اور اسکی آسایش پر کوئی بڑا اثر نہیں ہو سکتا۔ اب یہ بات روز بروز صاف اور عام فہم ہوتی جاتی ہے کہ گورنمنٹ مانع ہے آمر نہیں" اسکا کام ہی کیا ہے؟ صرف تین ۱۔ ہماری جان کی حفاظت۔ ۲ ہمارے مال کی حفاظت اور ۳ ہماری آزادی کی حفاظت۔ بیشک جب قانون کا عملدرآمد عقلمندی سے ہوتا ہے تو انسان اپنی محنت کا پھل (خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا روحانی) کچھ تھوڑے ہی نقصان گوارا کرنے سے کھا سکتا ہے لیکن کوئی قانون چاہیے وہ کیسا ہی زبردست کیوں نہو کاہلوں کو محنتی۔ فضول خرچ کو کفایت شعار شرابی کو پرہیزگار نہیں بنا سکتا۔ یہ صفتیں انسان کی اپنی ذاتی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

قومی گورنمنٹ کیا ہے۔ جتنے آدمیوں سے وہ گورنمنٹ مرکب ہے انہیں کے چال و چلن کی جھلک۔ گورنمنٹ کتنی ہی عمدہ کیوں نہو اگر اس کی رعایا خراب ہے تو وہ ضرور اُسے اپنی سطح میں کھینچ لائے گی۔ اسیطرح گورنمنٹ

کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو اگر اُس کی رعایا اچھی ہے تو وہ ضرور اُسے اچھا بنا چھوڑے گی۔ یہ نیچر کا ایک قاعدہ ہے کہ جیسا مجموعہ قوم کے چال چلن کا ہوتا ہے اُسی کے موافق اُسکا قانون اور اُسی کے مناسب حال اُس کی گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جس طرح پانی اپنی پنسال ڈھونڈہ لیتا ہے اُسیطرح ہر شخص اپنے لائق نتیجہ اپنی گورنمنٹ سے پا لیتا ہے شریف قوم پر شرافت سے حکمرانی کی جائیگی۔ اور جاہل اور ناشائستہ قوم پر ذلیل طور سے فی الحقیقت تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی ملک کی لیاقت اور قوت عُمدہ سررشتوں پر اسقدر منحصر نہیں ہے جسقدر کہ خود اِس ملک والوں کے چال چلن پر۔ قوم بہت سے شخصوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں پھر اُس قوم کی تہذیب کیا ہے؟ اُس قوم کے عورت۔ مرد اور لڑکے بچے جن سے وہ قوم مرکب ہے اُنکی اپنی ذاتی ترقی کا نام اُس قوم کی شائستگی اور تہذیب ہے۔

قوم کے ہر ہر شخص کی محنت۔ دلیری اور ایمان داری کے مجموعہ کو اُس قوم کی ترقی اور اِسی طرح اُسکے ہر ایک شخص کی کاہلی۔ خود غرضی اور بد چلنی کے مجموعہ کو اِس قوم کی تنزلی کہتے ہیں۔ سوسائیٹی کی وہ بُرائیاں جن پر ہم لوگ واویلا مچاتے ہیں۔ اگر غور کر کے دیکھی جاویں تو وہ ہم ہی لوگوں میں سے ایک ایک شخص کی بد اخلاقیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم اُنہیں قانون کے زور سے زائل بھی کر دیں تو کیا ہوگا۔ وہ بُرائیاں دوسری صورتوں میں نمایاں ہوں گی اور اپنا دوسرا قالب پکڑیں گی۔ مگر ہاں جب اُس سوسائیٹی کے ہر ایک شخص کی حالت اور اُس کا چال چلن

درست ہو جائے تو اُس وقت وہ قوم کی قوم اکسیر ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو بیشک ہر شخص کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کر دینی چاہئے کہ وہ خود اپنی حالت آپ درست کرے۔ اپنی اصلاح کسی غیر یا گورنمنٹ یا سررشتوں کے سہارے پر نہ چھوڑ بیٹھے۔ قانونوں کے بدلنے اور سررشتوں کے جاری کرنے اور اسی قسم کے کاموں میں کوشش کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور بیشک بہت بڑی اور اصلی حب قومی یہی ہے۔

جب ہماری ہر طرح کی ترقیاں اسی پر منحصر ہیں کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ ہم خود اپنے اوپر کیونکر حکمرانی کرتے ہیں تو اُس وقت گورنمنٹ یا سررشتوں کی شائستگی یا عمدگی کوئی بہت بڑی توجہ یا التفات کے قابل نہیں رہتی وہ شخص درحقیقت غلام نہیں کہا جا سکتا جو ایک ظالم سنگدل کی غلامی میں ہے (اگرچہ یہ بھی ایک بڑی بُرائی ہے) بلکہ وہ شخص اصلی غلام ہے جو اپنی بداخلاقی جہالت۔ خود غرضی کا مطیع ہے۔ اپنی الکسی اور کاہلی کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ جتنی قومیں اس طرح کی دلی غلامی میں پڑی ہوئی ہیں وہ صرف آقاؤں اور سررشتوں کے بدلنے سے ہرگز آزاد نہیں ہو سکتیں۔ اصل یہ ہے کہ جب تک لوگوں کو یہ دھوکا قائم رہے گا کہ "ہماری آزادی گورنمنٹ پر منحصر ہے" تب تک کسی بالائی تدبیر سے کوئی اصلی تبدیلی اور حالت کی درستی۔ اصلاح اور ترقی کا کوئی مستقل اور برتاؤ میں آنے کے قابل نتیجہ ہرگز ہرگز قوم میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ گورنمنٹ کے انتظام میں کیسے ہی تبدیلیاں کیوں نہ کی جائیں مگر وہ فانوس خیال سے زیادہ

وقعت نہیں رکھتیں جس میں رنگ برنگ کی صورتیں دکھلائی دیتی ہیں۔ مگر جب آنکھ اٹھا کر غور سے دیکھو تو کچھ بھی نہیں شخصی چال وچلن کی عمدگی قومی آزادی کی مستحکم بنیاد ہے جان اسٹوارٹ مل[۱] صاحب راقم ہیں کہ "جب تک فرداً فرداً رعایا کے دلوں میں انسانیت کی بو اور اپنے اپنے حقوق اور ذاتی عزت کا خیال باقی ہے تب تک کوئی ظالم گورنمنٹ بھی حد درجہ پر ظلم نہیں کر سکتی اسلئے سچ پوچھو تو حقیقی ظالم وہی اپنی اخلاقی جہالت ہے جو اس شخصی عزت کو زائل کر دیتی ہے **مصرعہ**

شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت

انسان کی ترقی کے اسباب میں لوگ کیا کیا غلطیاں کر رہے ہیں کوئی تو سمجھتا ہے کہ عمدہ ترین گورنر ہونا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں کہ قومی حالت عمدہ ہو تو کچھ ہو۔ اور بعض کی رائے ہے کہ عمدہ عمدہ ایکٹ جاری ہوں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "عمدہ گورنر کا انتظار کھینچتے رہو۔ جب ویسا گورنر ملجائیگا تو تم نہایت خوش قسمت ہو جاؤ گے"۔ تو حقیقتاً یہ لوگ ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ذرا دم لو تمہارے لئے سب کچھ کیا جائے گا۔ لیکن تم خود اپنے ہاتھ پاؤں کچھ نہ ہلاؤ۔ اگر ہم ان کی صلاح کو اپنا ہادی بنائیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟ ظالم گورنمنٹ کی بنیاد اپنے ہاتھوں ڈالنی ہے۔ عمدہ حاکم کی تلاش اور آرزو ایک قسم کی بت پرستی ہے

---

[۱] جان اسٹوارٹ مل انگلستان کا بڑا نامی مصنف اور حکیم تھا۔ علم منطق میں جو کتابیں اُس نے لکھی ہیں وہ بے مثال ہیں۔ سیاست مدن پر اُس نے نہایت نایاب کتابیں لکھی ہیں ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوا اور تھوڑا زمانہ گذرا کہ وہ مر گیا۔

ایسی تمنا صرف سلطانی قوت اور اختیارات کی عبادت ہے جس طرح دولت کی عبادت انسان کو ذلیل بنا سکتی ہے اسی طرح سلطانی قوت اور اختیارات کی پرستش بھی اُسے ناکارہ کر دیتی ہے بہت ہی عمدہ اور مفید مسئلہ جو کسی قوم میں پھیلنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ "اپنی مدد آپ کرو"۔

جس وقت لوگ اس مسئلہ کو پورے طور سے سمجھ جائیں گے اور اس پر عمل بھی کرنے لگیں گے اُس وقت یہ بت پرستی بالکل نیست و نابود ہو جائیگی۔ یہ دو اصول (یعنی سلطانی قوت اور اختیارات کی پرستش اور آپ اپنی مدد کرنی) ایک دوسرے کے ایسے مخالف ہیں کہ اُن کا اجتماع ایک وقت میں ممکن نہیں۔

قومی قوت اور پارلیمنٹ کے ایکٹوں کے عمدہ ہونیکی آرزو یہ سب باطل خیالات ہیں ولیم ڈرہگن صاحب آیرلینڈ کے نامی ملک دوست نے ایکبار نمائش گاہ میں یہ فرمایا کہ "جب کبھی میں آزادی کا لفظ سُنتا ہوں تو مجھ کو میرا ملک اور میرے ہموطن یاد آجاتے ہیں۔ میں اکثر سُنتا آیا ہوں کہ ہمارے ملک کو ان کے یا اُن کے ذریعہ سے آزادی نصیب ہوگی دوسرے ملک کے رہنے والے ہم لوگوں کے لئے بہت کچھ کریں گے۔ میں بھی اور آدمیوں کی طرح اس بات کو مانتا ہوں کہ غیر قوموں کے ساتھ میل جول رکھنے سے بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن میں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ ہم لوگوں کی آزادی بہت کچھ اپنے ہی اوپر منحصر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم لوگ محنتی ہو جائیں اور اپنے قویٰ کا اچھا استعمال کرنے لگیں تو

یقینی ترقی کر سکتے ہیں۔ ابھی ہم لوگ صرف ایک قدم آگے بڑھے ہیں لیکن
اس سے کچھ نہیں ہوتا استقلال اور جفاکشی چاہئے ثابت قدمی کامیابی کا
بہت بڑا سبب ہے۔ اگر ہم لوگ برابر مستعدی اور ولولے سے ترقی کے میدان
میں بڑھتے چلے جائیں تو یقیناً تھوڑے زمانہ بعد خوشحالی اور آزادی میں اور
قوموں کے ہم پلہ ہو سکتے ہیں۔

انسان کی اگلی پشتوں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
کُل قوموں کی موجودہ حالت گذشتہ قوموں کے غور و فکر و کوشش و تدبیر کا نتیجہ
ہے۔ محنتی اور مستقل مزاج کسان لوگ۔ کانوں کے کھودنے والے۔
نئی نئی چیزوں کے ایجاد کرنے والے۔ پوشیدہ باتوں کو دریافت کرنیوالے
آلات جرثقیل سے کام لینے والے اور ہر قسم کے پیشہ ور لوگ۔ ہنرمند
شاعر۔ حکیم۔ فیلسوف۔ ملک کا انتظام کرنے والے سب کے سب ہماری
کُل موجودہ ترقیوں کے باعث ہوتے ہیں۔ ہر ایک نسل نے اگلی نسل کی محنت پر
عمارت بنائی ہے اور موجودہ قوم کو اس بلندی پر لے آئی ہے۔ انہیں عمدہ عمدہ
کاریگروں سے جو حقیقت میں تہذیب و شائستگی کی عمارت کے معمار ہیں انہیں
کی مسلسل اور لگاتار محنت سے علوم و فنون میں جو ایک بے ترتیبی کی حالت میں
تھے ایک ترتیب پیدا ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ زمانہ کی گردش نے موجودہ نسل کو اس
زرخیز اور بیش قیمت جائداد پر قابض کیا ہے جو ہماری پرکھوں کی محنت اور
ہوشیاری سے مہیا ہوئی تھی۔

وہ جائداد ہم کو اسلئے نہیں دی گئی کہ ہم صرف خزانہ کے سانپ کی طرح اسکی

حفاظت ہی کیا کریں بلکہ وہ ہم کو اس لئے نہیں دی گئی ہے کہ ہم اُس کو اَور بھی زیادہ ترقی دیکر آیندہ نسلوں کے لئے چھوڑ جائیں۔

اِس میں شُبہ نہیں کہ انگریزی قوم میں آپ اپنی مدد کرنے کی صفت بہت نمایاں طور سے پائی جاتی ہے اور بیشک اُن میں ہر زمانہ میں ایسے ایسے بہتیرے آدمی پیدا ہوئے جنہوں نے بہت کچھ کارروائیاں کیں۔ لیکن سچ پوچھو تو ہم لوگوں کی ترقی بہت کچھ انہیں غریب اور مفلس آدمیوں کے باعث ہوئی جن کا نام تک بھی کوئی نہیں جانتا۔ لڑائی کی فتح جرنل کے نام لکھی جاتی ہے لیکن کامیابی اور فتح اصل میں سپاہیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ انسانی زندگی بھی کیا ہے؟ ایک طرح سے سپاہیوں کی لڑائی ہے۔ ہر زمانہ کی ہر قوم اگلی اور پچھلی قرنوں کے لحاظ سے درمیانی قوم ہے اور لڑائی میں قلب گاہ کے لشکر کو بہت مضبوط رہنا چاہئے کیونکہ اُور صفوں کے اعتبار سے اسی کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اِس لئے ہم لوگوں کو اگلی اور پچھلی نسلوں کی نسبت بہت زیادہ سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ آپ اپنی مدد کرنی ہے بہت سے آدمی ایسے ہوئے ہیں جن کے حالات کسی نے کتابوں میں درج نہیں کئے لیکن یہ لوگ تہذیب اور ترقی کے پھیلانے میں ویسی ہی کوشش کرنیوالے تھے جیسی وہ خوش قسمت بڑے نام ونشان والے لوگ جن کے احوال تاریخ میں مندرج ہیں۔ ایک نہایت مسکین اور گمنام شخص جو اپنے ابنائے جنس کے لئے محنت۔ پرہیزگاری اور دیانتداری کا نمونہ اور نظیر بن گیا ہے بیشک اُسکا اثر ابھی تک موجودہ قوم میں ہے اور آیندہ بھی رہے گا

اُسکا چال چلن چھپے چھپے دوسروں کی زندگی میں اُترتا جائیگا اور زمانہ دراز تک اپنا اثر پیدا کرتا رہیگا۔

روزمرہ کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شخصی چال چلن یہ قوت رکھتا ہے کہ دوسروں کی زندگی اور چال چلن پر نہایت زور آور اثر پیدا کرے اور فی الحقیقت یہی ایک عمدہ علمی تعلیم ہے اور جب ہم اِس علمی تعلیم کا علمی تعلیم سے مقابلہ کرتے ہیں تو اسکول اور کالجوں کی تعلیم اسی علمی تعلیم کی ایک ابتدائی تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ عمدگی سے زندگی بسر کرنے کا علم اِن مکتب اور مدرسوں کے علم سے کہیں زیادہ مفید اور مؤثر ہے۔ اسکولوں اور مدرسوں کا علم کتب خانوں اور صندوقوں میں رکھا ہوتا ہے مگر خوبی سے زندگی بسر کرنے کا علم ہر وقت۔ روزمرہ دوستوں کی ملاقات میں گھر کے رہنے سہنے میں۔ شہر کی گلیوں میں پھرنے میں۔ تجارت کے کارخانوں میں۔ ہل جوتنے میں۔ کپڑا بُننے کی کارگاہوں میں۔ کلوں سے کام کرنے کے کارخانوں میں ہم لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اور لطف یہ کہ بے سکھائے پڑھائے صرف برتاؤ سے لوگوں میں پھیلتا جاتا ہے۔ یہی وہ کامل اور پختہ کرنے والی تعلیم ہے جو قوم کو ضبطِ نفس اور اچھے چال چلن سکھلاتی ہے اور انسان کو اس زندگی کے فرائض ادا کرنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جو کتابوں سے ہرگز حاصل نہیں ہوتی بیکن نے کیا خوب کہا ہے کہ علم سے عمل نہیں آجاتا۔ علم کو عمل میں لانا تحصیل علم کے بعد اور اُس کے باہر اور اُس سے برتر ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ انسان

کی زندگی کو درست اور اُسلے علم کو اُس کے برتاؤ میں لا دیتا ہے۔ تجربہ سے
یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدمی پڑھنے سے کہیں بڑھکر محنت اور کاربار
کے ذریعہ سے کامل بنتا ہے۔ علم ادب سے کہیں زیادہ عمدہ شخصوں کی عمدہ
زندگی دیکھکر ترقی کرتا ہے علم سے کہیں بڑھکر عمل کے ذریعہ سے برومند ہوتا ہے۔
جس کتاب میں بڑے بڑے آدمیوں خاصکر نیکوں کی سوانح عمری مندرج
ہے وہ بہت ہی مفید اور ہدایت کرنے والی کتاب ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ
سیئر کی عمدہ کتابیں گویا کتاب الٰہی کے ہم پلہ ہیں۔ کیونکہ یہ کتابیں ہم
لوگوں کو کیسی اچھی طرح سے زندگی بسر کرنے کے طریقے اپنے دماغوں میں
اعلے اور عمدہ خیالوں کو جگہ دینا اور ہمت سے کام کرنا سکھلاتی ہیں یہ کتابیں
ہم لوگوں کو اُن آدمیوں کی بہت عمدہ عمدہ مثالیں دیتی ہیں جنہوں نے آپ اپنی مدد
کی اور جو صابر مستقل محنتی اور دیانتدار تھے۔ ایسی کتابوں سے یہ بات
کھل پڑتی ہے کہ ہر انسان کیا کر سکتا ہے۔ ایسی کتابیں اس بات کو نہایت
فصاحت سے بتلاتی ہیں کہ اگر کم بساط اور کم مایہ آدمی بھی اپنی عزت کا خیال رکھے اور
اپنے اوپر آپ بھروسہ کر سکے تو کیا کچھ ہے جو وہ نہیں کر سکتا۔

بڑے بڑے لوگ علوم و فنون کے جاننے والے اور اعلے خیالات
رکھنے والے اور گویا انسان کے دلوں پر حکمرانی کرنے والے کسی خاص فرقہ کے
آدمی نہ تھے اُن میں سے کوئی تو کوبوں سے ترقی کر نکلا کوئی دو کانوں ہی سے
آگے بڑھا۔ کوئی تو جھوپڑی کا رہنے والا تھا اور کوئی محلات شاہی میں پلا
تھا مگر باینہمہ خدا کے بہتیرے رسول غریب آدمیوں ہی میں پیدا ہوئے

اکثر غریبوں ہی نے اعلےٰ درجے پائے اور اس میں جو تکلیفیں انہیں پیش آئیں وہ اُن کی سدراہ نہوئیں بلکہ اُن تکلیفوں نے اُن کے قوے کو اور بھی متحرک کردیا۔ اور اُن کے دلوں کو جوش اور جرأت کا زور آور منبع بنا دیا مصیبتوں اور بکھیڑوں پر فتح پانے کی مثالیں اس کثرت سے ہیں کہ اب یہ مقولہ بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ "انسان جو چاہے وہی کرسکتا ہے"۔ دیکھو جرمی[1] ٹیلر۔ سر رچرڈ[2] آرکرایٹ۔ ٹنڈرٹن[3] اور ٹرنر[4] یہ

[1] جرمی ٹیلر ایک درزی کا لڑکا تھا ترقی کرکے بہت اعلےٰ درجہ کا پادری ہوا۔ چارلس بادشاہ کو اس سے خاص محبت تھی۔ علم الہیات میں اسکی تصانیف بہت اعلیٰ درجہ کی شمار کی جاتی ہیں۔ شہر کیمبرج میں ۱۶۱۳ء میں پیدا ہوا تھا اور شہر لسبرن میں ۱۶۶۷ء میں مرگیا۔

[2] سر رچارڈ آرکرایٹ ایک درزی کا لڑکا تھا ترقی کرکے انگلستان کا ایک نامی تاجر ہوا اس کی کپڑا بننے کی کل بہت مشہور تھی ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۹۲ء میں مرگیا۔

[3] لارڈ ٹنڈرٹن۔ شہر کنٹربری کے ایک درزی کا لڑکا تھا۔ ترقی کرتے کرتے چیف جسٹس ہوگیا۔ اس شخص کو بیرن کا خطاب بھی ملا تھا۔ پارلیمنٹ کا ممبر بھی ہوا ۱۷۶۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۳۲ء میں مرگیا۔

[4] ٹرنر شہر لنڈن کے ایک درزی کا لڑکا تھا۔ محنت اور شوق کے ذریعہ سے اعلےٰ درجہ کا مصور ہوا اس نے اپنی تصویروں کے ذریعہ سے بہت روپیہ پیدا کیا جب مرگیا تو وصیت کرگیا کہ جتنی تصویریں ابھی تک نہیں بکی ہیں اُنکی قیمت جسقدر آئے وہ قومی نفع کے کام میں صرف کی جائے ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوا تھا ۱۸۵۱ء میں مرگیا۔

سب کے سب کیسے کیسے نامی لوگ ہیں اور یگل جام ہی تھے۔

کسیکو یہ معلوم نہیں کہ شکسپیئر کون تھا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی غریب شخص تھا اُسکا باپ قصاب تھا اور خود شکسپیر ایک زمانہ تک جولاہہ کا کام کرتا رہا بعض کہتے ہیں کہ پہلے وہ ایک اسکول کا دربان پھر ایک ادنی کرانی کے ہاں نقلنویس تھا۔ اس کے بارہ میں لوگوں نے کہا ہے کہ یہ سارے جہان کے آدمیوں کا انتخاب تھا کیونکہ اسے جہازیوں کے خاص خاص محاورے اُن کے الفاظ اور جملے اسقدر معلوم تھے کہ ایک ملاح کی رائے ہے کہ وہ ضرور ملاح ہوگا۔ ایک پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ضرور کسی پادری کا کرانی ہوگا۔ ایک گھوڑا پہچاننے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ ضرور گھوڑے کی تجارت کرتا ہوگا۔ غرض یہ کہ شکسپیر جہان میں خوب پھرا اور ہر جگہ سے تجربہ اور علم حاصل کیا وہ خود واقع میں جو ہو سو ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہت ہی عمدہ اور سچا طالب العلم اور یقینی محنتی تھا۔ اس کی تحریر آجتک لوگوں کے دلوں پر اثر پہنچا رہی ہے۔

تواریخ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑے بڑے شعرا

لہ شکسپیر ڈراما میں انگلستان کا پہلا مصنف تھا۔ اس کی تحریر کی شہرت سارے جہان میں ہے اسکے مفصل حالات تو معلوم نہیں لیکن جہاں تک معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ یہ شہر اسٹفورڈ میں پیدا ہوا تھا اور لنڈن میں تھیٹر (تماشاگاہ) کا منتظم تھا ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۶۱۶ء میں مرگیا۔

سیاح - انجینیر - سپہ سالار - لیڈران اخبار - مصوران - واعظ وغیرہ اکثر نہایت غریب اور ادنیٰ پیشہ والے تھے لیکن محنت اور کوشش سے ان لوگوں نے بڑی سربلندی حاصل کی - اُن لوگوں کے حالات پر غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تکلیف اور مصیبت ہی بہت کچھ انکی ترقی کا باعث ہوئی کوئی اُن میں ایسا نہ تھا جس نے کاہلی سے ترقی پائی ہو۔

آدمی کتنا ہی دولتمند اور عالی رتبہ شخص کا لڑکا کیوں نہ ہو لیکن جبتک اپنی ترقی کی فکر آپ نہیں کرتا ہے ہرگز ترقی نہیں پاتا ہے - انسان کو زمینداری وراثت میں مل سکتی ہے لیکن علم وعقلمندی کا ترکہ نہیں ملتا دولت کے ذریعہ سے انسان دوسرے سے کام لے سکتا ہے مگر گنج قارون دیکر بھی کسی کی عقل سمجھ یا غور وفکر نہیں لے سکتا - انسان کیسا ہی غریب یا کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو مگر تحصیل علم کے میدان میں دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا ہونا پڑے گا اور ایک ہی راہ چلنی ہوگی انسان کی تربیت کے لئے دولت کی ہرگز زیادہ ضرورت نہیں ہے ورنہ دنیا میں یہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں غربا کیونکر علوم وفنون کے بانی اور موجد ہوتے بلکہ یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ دولت اکثر مضر بلکہ ترقی کی سد راہ ہوتی ہے -
دولتمند انسان کو اکثر آپ اپنی قوت اور استقلال پر اعتماد نہیں ہوتا اُسے مصیبتوں اور تکلیفوں کے برداشت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی بیشک اگر انسان محنتی اور جفاکش ہو اور ہمت اور استقلال کو ہاتھ سے نہ دے تو غربت آفت آسمانی ہونے کے بدلے اُس کے حق میں

رحمت یزدانی کا کام کرے گی۔

دولت عیاشی کے سامان بہت جلد مہیا کرتی ہے اور انسان کو اکثر ذلیل اور خوار بنا کر انسانیت کے درجہ سے گرا دیتی ہے اسلئے وہی انسان جو باوجود دولت مند ہونے کے بگاڑنے والے عیش و عشرت کو لات مار کر اپنے ابنائے جنس کی بہی خواہی میں مصروف ہو۔ محنت کے دھندے میں پھنسا رہے بیشک فخر اور تعظیم کے قابل ہے۔ انگلستان کی ترقی صرف اسی وجہ سے ہوئی کہ وہاں کے امرا کاہلی سے متنفر اور کام کے آدمی ہیں۔ وہ ہمیشہ ایسے کاموں میں مصروف اور سرگرم رہتے ہیں جن پر اُن کے ملک۔ اُن کی قوم اور اُن کی سلطنت کی ترقی منحصر ہے۔ ممبران پارلیمنٹ ڈڈلی[1]۔ رسل[2]۔ ڈزریلی[3]۔ گلیڈاسٹون[4] کیسے محنتی اور جفاکش ہیں

[1] انگلستان کا رہنے والا اور پارلیمنٹ کا ایک نامی ممبر گذرا ہے بہت سے اعلےٰ عہدوں پر ممتاز رہا ایکبار ۱۸۶۶ء میں وزیراعظم کا عہدہ بھی حاصل کیا تھا انگلستان کے شہر لنکاشائر میں ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا۔ ابھی تک زندہ ہے۔

[2] رسل صاحب انگلستان کے رہنے والے اور پارلیمنٹ کے ایک مشہور ممبر تھے یہ بھی ایکبار انگلستان کے وزیر دول خارجیہ مقرر ہوئے تھے۔ انہوں نے کئی مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شہر لنڈن میں ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ابھی تک زندہ ہیں۔

[3] ڈزریلی صاحب سے ناظرین شاید واقف ہوں گے لارڈ بیکنسفیلڈ انہیں کا خطاب ہے انگلستان کے مشہور وزیراعظم ہیں انہیں کی جگہ پر آج کل گلیڈاسٹون صاحب

سر رابرٹ پیل اور لارڈ بروہم صاحب بھی کیسے سخت محنتی تھے - لارڈ بروہم صاحب نے ساٹھ برس تک اپنے ملک کی خدمت کی - جب یہ اُس سن کو پہونچے جس میں عموماً انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اب تو چند دنوں آرام اور بیکاری میں بسر کروں - اُس وقت صاحب علوم کی تحقیقات میں مصروف ہوئے اور کیسے کیسے عمدہ رسالے اور کتابیں علوم و فنون کی تصنیف کیں - ایک دفعہ ان کو ایک شخص نے یہ صلاح دی کہ اب آپ بوڑھے ہوئے صرف اتنی محنت کیا کیجے جسقدر تین جوان صحیح المزاج کر سکتے ہوں لیکن ان کو تو محنت سے عشق تھا یہ ایسی محدود محنت پر کیونکر قناعت

وزارت کا کام کرتے ہیں - اِن کی تصانیف بہت معروف اور مشہور ہیں ۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹ - اپریل ۱۸۸۱ء میں مر گئے -

عہ گلیڈاسٹون صاحب ہمارے حال کے وزیر اعظم انگلستان ایک عجیب و غریب شخص ہیں اِن کی فصاحت بیانی ضرب المثل ہے - کئی کتابوں کے مصنف ہیں علمی لیاقت انکی بہت عمدہ ہے ۱۸۰۹ء میں مقام لورپول میں پیدا ہوئے تھے -

---

سلہ سر رابرٹ پیل صاحب انگلستان کے رہنے والے ہاؤس آف کامنس کے مشہور ممبر اور بڑے تاجر تھے - شہر لنکاشائر میں ۱۷۸۸ء میں پیدا ہوئے تھے ۱۸۵۰ء میں مر گئے -

تہ صاحب ممدوح اسکاٹلینڈ کے شہر اڈنبرا میں پیدا ہوئے تھے بہتیرے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے ایک زمانہ تک بیرسٹری بھی کی - پارلیمنٹ کے ممبر بھی رہے - نہایت فصیح البیان تھے ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۶۸ء میں مر گئے -

کر سکتے تھے ۔

امیروں ہی میں سے ایک دوسرے مختنی سر[لہ] اے بلور لٹن کا حال سُنو۔ مُصنفوں میں اِن سے بڑھ کر بہت کم آدمیوں نے کامیابی حاصل کی ہوگی۔ ایک فن میں ہو تو ایک فن میں ناول نویسی۔ شاعری۔ ڈراما۔ نویسی۔ مورخی۔ وقائع نگاری۔ فصیح البیانی۔ قانون دانی سب ہنروں میں اِن کی تصانیف ہیں اور سب میں بہت طاق تھے وجہ کیا؟ اِنہوں نے کیوں اسقدر ترقی کی؟ بس صرف اِسی وجہ سے کہ انہوں نے اِس ظاہری اور دھوکے کے عیش و عشرت کو نفرت کی نظر سے دیکھا اور سدا تدن اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ انگریزی مصنفوں میں شاید ہی کوئی دوسرا مصنف ہوگا جس نے اِن کی طرح اتنی کتابیں لکھی ہوں اور وہ ویسی ہی عمدہ بھی ہوئی ہوں اور بڑی تعریف کی بات تو یہ ہے کہ یہ ساری محنت اُنہوں نے آپ اپنی خوشی سے اپنے ذمے لی تھی۔ دولتمند آدمی تھے چاہتے تو رات دن سیر و شکار۔ تماشہ گاہوں اور غیر ملکوں کی سیر۔ دعوتوں اور سیکڑوں عیش و راحت کے کارخانوں میں اپنی عمر عزیز بسر کرتے لیکن یہ کہاں ا یہ تو اپنے شوق کی محنت میں مصروف تھے۔ تصنیف ہی اِن کا بڑا کھیل

[لہ] سر اے بلور لٹن۔ ابھی چند روز پہلے جو ہمارے گورنر جنرل بہادر تھے اُنہیں کے باپ کا یہ نام ہے۔ یہ انگلستان کے ایک نامی مصنف تھے ۱۸۰۳ء میں پیدا ہوئے تھے اور تھوڑا زمانہ گذرا کہ مر گئے۔

اور کتابوں کا لکھنا ہی اِن کا بڑا تماشہ تھا۔ پہلے پہل اُنہوں نے چند اشعار تصنیف کر کے چھپوائے لیکن کسی نے بھی اُن کی قدر نہ کی تب تو انہوں نے ہمت کر کے ایک ناول تصنیف کیا اسکو بھی کسی نے نہ پوچھا۔ غور کی جگہ ہے اگر کوئی کمزور دل کا آدمی ہوتا تو پھر تصنیف کا نام تک نہ لیتا لیکن شاباش ہے اِن کی ہمت اور استقلال کو کہ اُنہوں نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے ندیا پر نہ دیا۔ پھر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ اب تو انکی شہرت روز بروز ہوتی چلی۔ تیس برس تک برابر کتابیں تصنیف کرتے رہے اور اس ذریعے سے جیسا نام اور جو شہرت اُنہوں نے پیدا کی وہ ایک جہان پر روشن ہے۔

مسٹر ڈزریلی صاحب بھی بڑے محنتی آدمی ہیں پہلے پہل انہوں نے بھی تصنیف ہی کے ذریعے کامیابی حاصل کرنی چاہئے مگر ناکامیاب رہے لیکن سپر بھی ہمت مار کر بیٹھے نہیں رہے اور یہ مسئلہ تو حق ہے کہ "استقلال ایک نہ ایک دن فتح پاتا ہے"۔ آخر لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ اِن کے قلم میں زور اور تحریر میں قوت ہے۔ اپنی فصیح البیانی میں یہ بھی پہلے پہل ناکامیاب ہی رہے تھے ہاؤس آف کامنز میں جو پہلی مرتبہ انہوں نے اسپیچ دی تو لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے بعضوں نے کہا کہ نقال ہے نقل کرنے آیا ہے کسی نے کہا کہ ارے میاں سانگ لایا ہے غرض جو جسکے دل میں آیا اس اول اسپیچ کے بارے میں پھبتیاں کہہ گیا لیکن خود ڈزریلی صاحب نے جو اپنی اُس اسپیچ کے اخیر میں کہا وہ البتہ یاد رکھنے کے قابل جملہ ہے "مینے بہت سے کام کو شروع کیا اور آخر کو کامیاب ہوا۔ اب میں بیٹھتا ہوں لیکن وہ زمانہ

آوے گا جب آپ لوگ میری باتوں کو بغور سُنیں گے"۔ فی الحقیقت وہ زمانہ آگیا اور ان کی وہ پیشین گوئی سچی ہوئی کہ آجکل ڈزریلی صاحب انگلستان کے نامی بولنے والوں میں گنے جاتے ہیں یہ آجکل کے نوجوانوں کی طرح ایک مرتبہ ناکامیاب ہونیکے سبب شکستہ دل ہوکر بیٹھے نہیں رہے بلکہ اپنی اسپیچ کے عیبوں پر غور کرنے لگے۔ پارلیمنٹ کی بحثوں کو پڑھنا شروع کیا۔ اپنے سامعین کا مذاق دریافت کرنے لگے اور آخر کامیاب ہوئے۔

جتنی مثالیں کہ بیان ہوئیں یا آیندہ بیان ہوں گی اُن سے صاف ظاہر ہے کہ شخصی محنت سے بہت ترقی ہوتی ہے لیکن یہ بات بھی ضرور بہت صحیح ہے کہ اِس زندگی میں جو نفع ہم دوسروں کی عمدہ زندگی۔ عمدہ اقوال۔ عمدہ چال چلن سے پاتے ہیں وہ ہمارے کاروبار بلکہ ہماری زندگی میں بہت معین اور مددگار ہوتے ہیں۔ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک انسان ایک دوسرے سے مدد لیتا ہے اور جو لایق ہوتا ہے وہ کسی کا احسان فراموش نہیں کرتا بلکہ اُسکا اقرار کرتا ہے۔

ٹاک وِل[1] صاحب بہت ہی عالی خاندان تھے۔ اِنکے والد فرانس کے ایک مُعزز آدمی تھے۔ اِن کی ماں بھی ایک بہت ہی دولتمند اور مُعزز عورت تھیں۔ خاندانی عزت کی وجہ سے یہ فوراً جج مقرر ہو گئے لیکن اُن کو یہ

[1] ٹاک وِل صاحب فرانس کے ایک نامی شخص گذرے ہیں ایک زمانہ تک وزارت کا کام بھی سرانجام دیا تھا ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۵۹ء میں مر گئے۔

عدہ کچھ ایسا ناپسند ہوا کہ استعفا دیکر امریکہ روانہ ہوگئے۔ انکے بحری سفر کا ایک ساتھی راقم ہے کہ "صاحب کو کاہلی سے قطعی نفرت تھی۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کام کرتے ہی رہتے تھے۔ صاحب موصوف نے خود اپنے ایک دوست کو ایک خط لکھا تھا اُسکا یہ مضمون کیا خوب ہے کہ "زندگی میں کوئی بھی ایسا وقت نہیں جس میں انسان بالکل معطل رہ سکے کیونکہ ہر وقت اُسے بیرونی یا اندرونی کوشش اور محنت ضرور ہی کرنی پڑتی ہے۔ میں انسان کو ایک ایسا مسافر سمجھتا ہوں جو سرد ملکوں کی سیر کر رہا ہو وہ جتنا ہی آگے بڑھے گا اُسے تیز چلنا ہوگا۔ ورنہ سردی کی شدت سے پریشان ہو جائیگا۔ روح کی بہت بڑی بیماری اُسکا افسردہ ہو جانا ہے۔ اِس بیماری سے نجات پانے کے لئے انسان کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہنا چاہیے"۔

باوجود اسکے کہ ٹاکول صاحب شخصی محنت اور کوشش کے اِسقدر قائل تھے لیکن اِس بات کا اُن کو بھی اقرار تھا کہ دوسروں کے چال وچلن اور عمدہ زندگی انسان کی ترقی میں بہت کچھ معاون اور مددگار ہوتے ہیں صاحب نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا تھا کہ "بھائی جتنا مجکو تم پر اعتماد ہے کسی پر نہیں۔ ہاں لوگوں نے میری زندگی پر اثر پہنچایا ہے لیکن سوا تمہارے کسیکا اثر میرے اصول زندگی پر نہ ہوا"۔ اپنی بی بی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔ "میں مریم (انکی بی بی کا نام تھا) کی وجہ سے نیکدل اور نیک مزاج بنا رہا ورنہ مجھ سے تحصیل علوم میں سخت محنت نہ ہوسکتی مجھے پورا یقین ہے کہ عالی خیال اور عمدہ سمجھ کی عورت چھپی چھپی شوہر کے چال چلن پر

اپنا اثر پہنچاتی ہے اور پست خیال کی عورت اپنے شوہر کو ذلیل اور خوار بنا چھوڑتی ہے ۔

غرض نتیجہ یہ ہے کہ انسان کا چلن سیکڑوں طرح کے اثر سے مؤثر ہوتا ہے کبھی وہ دوسروں کے نمونہ اور مثال سے جسے وہ دیکھتا ہے اثر پاتا ہے کبھی وہ کتابوں کو پڑھ کر ہدایت پاتا ہے کبھی وہ اپنے دوستوں اور جلیسوں کی صحبت سے فیض اُٹھاتا ہے ۔ کبھی وہ اپنے باپ دادوں کے عمدہ اقوال کو سُن کر سیکھتا ہے ۔ یہ سب اثر بہت زیادہ مؤثر سہی لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ انسان کو اپنی بھلائی کے لئے آپ ہی کچھ کرنا ہوتا ہے اُسے اپنی ہی کوشش سے بُرائی یا بھلائی کی راہ میں چلنا ہے ۔ دنیا کے عاقلوں اور نیکوں نے عمدہ صحبتوں سے جو نفع پایا ہو پایا ہو لیکن غور کر کے دیکھئے تو وہ سب کے سب آپ اپنی مدد کرنے والے تھے اور بہت بڑے مدد کرنے والے تھے ۔

باب (۲)

ہمّت اور دلیری

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد　　　اگر خارے بود گلدستہ گردد

ہمت اور دلیری کا حاصل کرنا نہایت ہی ضروری ہے کسی عمدہ کام کو بہت ہی مستعدی سے کئے جانا بس یہی سچی بڑائی۔ سچی عظمت بڑا آدمی ہونے کی بنیاد ہے۔ ہمت اور دلیری ہی سے انسان اِس دنیا میں مصیبتیں جھیلتا ہوا دنیا بھر کے بکھیڑوں کو اپنے سامنے سے دور کرتا ہوا چلا جاتا ہے جو کام ذہانت سے نہیں نکلتے وہ اِس سے نکلتے ہیں۔ کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے لیاقت اور قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی استقلال سے برابر محنت کرنے کی۔ اِس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دلیری انسان کی کل قوتوں کا چشمہ ہے۔ بلکہ خود یہی چیز انسان ہے۔ یہ ہر قوتوں کو متحرک کرتی ہے، ہر کوششوں میں جان ڈالتی ہے، سچی امید کی بنیاد اِسی پر ہے، اور امید ہی سے یہ تلخ زندگی شیریں ہوتی ہے۔

ایک بہت بڑے شخص کا کیا عمدہ قول ہے! "افسوس اُن پر جن کا

دل پست ہے"۔ فی الحقیقت استقلال اور ہمت کے برابر دُنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ اِسکے سامنے سب نعمتیں ہیچ ہیں۔ جب میں غربا میں سے کسیکو دیکھتا ہوں کہ صبر سے، مصیبت کا مقابلہ کر رہا ہے۔ سچائی کے ذریعہ سے، قدم ڈگانے والے، زور آور جھوٹ پر فتح حاصل کررہا ہے اُسکے اعضا چور چور ہیں، پاؤں سے خون ٹپک رہا ہے، مگر ایک ہمت ہی کے سہارے پر، وہ آگے بڑھا چلا جاتا ہے، قدم نہیں روکتا، تیور پر بل تک نہیں آتا، اپنی تکلیفوں کا تصور بھی نہیں کرتا، مڑکر بھی نہیں دیکھتا، بس اپنی ایک دُھن میں مستغرق ہے۔ اُسوقت میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے" آفرین باد برین ہمت مردانۂ او۔

نری خواہش اور آرزو جوانوں کے دل میں ایک قسم کی بیماری پیدا کرتی ہے، جس سے وہ اپنی اوقات عزیز کو صرف خیالی پلاؤ پکانے اور لایعنے منصوبے باندھنے میں ضائع کرتے ہیں۔ جسوقت کسی مقصد کسی کام پر مستعد ہونے چاہو فوراً اُٹھ کھڑے ہو اور اُسیوقت اُس میں ہاتھ لگادو، پھر کبھی اُس میں سستی نہ کرو، بہتیری مصیبتوں کو نہایت خوشی سے سر پر اُٹھا لینا چاہیے، کیونکہ وہ، ہماری تعلیم اور تجربہ کے لئے نہایت ہی ضروری ہیں۔ ہگ ملر[۱] صاحب فرماتے ہیں کہ "میں نے صرف ایک اسکول

---

[۱] ہگ ملر ملک اسکاٹلینڈ کا رہنےوالا ایک بہت ہی غریب پیشہ شخص تھا لیکن محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی، ایک اخبار کا اڈیٹر مقرر ہوا، اِسنے علم جیالوجی (معدنیات) کو بہت ترقی دی۔ ۱۸۰۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۵۶ء میں مر گیا۔

میں اچھی طرح پر تعلیم پائی - وہ اسکول بھی "دنیا" تھا - جس میں محنت اور مصیبت دو بڑے چست و چالاک اوستاد تھے" جو شخص اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں پس و پیش کرتا ہے' اُسکو ابھی سے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ضرور ناکامیاب ہوگا' - تھوڑی لیاقت والے آدمی بھی' اگر محنتی اور مستقل مزاج ہوں تو بہت کچھ کرسکتے ہیں فویل بکسٹن[1] صاحب (انجیل مقدس کے مطابق) فرماتے ہیں کہ "جو کام تیرے ہاتھ میں آجائے تو اُسے اپنی کُل قوتوں سے انجام کر" - یہ بڑے محنتی آدمی اور دُنیا کے بڑے لوگوں میں سے تھے وہ اپنی اس عظمت کی وجہ' خود رقم کرتے ہیں کہ "میں ہر ایک کام کے وقت اُس کام کے لیے پورا آدمی تھا' یعنی جسوقت' جونسا کام' مجکو پیش آیا' میں اُسیوقت' اپنی تمام قوتوں' پورے حواسوں' سارے اعضا' سے اُس میں لگ گیا - دلیر اور ہمت والے ہی کچھ کر گذرتے ہیں اور عجیب بات تو یہ ہے کہ ان پر آیندہ کی باتیں' اِنکے مقصد کے نتیجے بھی پہلے ہی سے کچھ کچھ ظاہر ہوجاتے ہیں!! فرانس کا ایک فوجی افسر اپنے کمرے میں ٹہلتے وقت اکثر کہا کرتا کہ میں ملک فرانس کا ایک بہت بڑا نامی سپہ سالار ہونگا اور مارشل کا خطاب پاؤنگا تعجب کی بات یہ ہے' کہ فی الحقیقت وہ بڑا نامی سپہ سالار اور فرانس کا مارشل ہو کر مرا۔

---

[1] فویل بکسٹن صاحب - انگلستان کا ایک امیر کبیر تھا - اسنے بردہ فروشی کے موقوف کرنے میں بہت کوشش کی بہت دنوں تک پارلیمنٹ کا ممبر رہا ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۴۵ء میں مرگیا۔

مسٹر واکر صاحب راقم ہیں کہ ایک مرتبہ بیمار تھے بمتیر اعلاج کیا پر کچھ کارگر نہ ہوا۔ تب تو ہمت کر کے اُنھوں نے یہ قصد کیا کہ اب ضرور صحیح ہو جانا چاہئے چنانچہ ہو بھی گئے۔

مگر یہ ہمت کا زور آور اور مجرب نسخہ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر حالت میں اسکا استعمال کیا جائے ہر چند اس میں بھی شبہ نہیں کہ جسم پر روح کا بعد بڑا اور ہر وقت اختیار ہے۔ لیکن قولے جسمانی سے اتنا بھی کام لینا نہیں چاہئے کہ کمزور ہو کر تباہ ہو جاویں۔ ایک بار مولی ملک اسپین کا سردار پلنگ پر بیمار پڑا ہوا تھا اور اوس کی فوج پرتگال والوں سے لڑ رہی تھی جب اوس نے یہ خبر سُنی کہ میری فوج قریب بہ شکست ہے تو اوس سے نہ رہا گیا ہمت نے جوش مارا۔ روح نے جسمانی قولی پر اپنا پورا اثر کیا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور میدان میں جاکر اپنی فوج کے آدمیوں کو للکارا اور آپ آگے بڑھکر دشمنوں سے مقابل ہوا۔ اُسکو لڑتے دیکھ کر فوج میں جان آگئی۔ خوب جی کھولکر لڑے یہانتک کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ جی جان چھوڑ کر بھاگ نکلے اِس فتحیابی کے بعد وہ بیچارا بیمار سردار واپس آیا اور پلنگ پر لیٹتے ہی مرگیا یہاں صاف ظاہر ہے کہ روحانی قوی نے جسمانی قوا سے بہت ہی سخت کام لیا۔ اور یہ بڑی غلطی ہوئی۔

ہمت ہی سے انسان جو کچھ چاہے کرسکتا ہے اور خود جیسا چاہے ویسا ہو سکتا ہے۔ ایک بزرگ اکثر کہا کرتے تھے کہ "تم وہی ہو جو ہونا چاہو" کیونکہ اگر خدا کی مہربانی شامل حال ہے تو انسان جس کام میں سچے دل

پوری ہمت سے ہاتھ لگا دیگا بیشک اس میں کامیاب ہوگا۔ ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی شخص منکسر۔ صابر۔ سخی ہزار دل سے چاہتا ہو اور نہ ہوا ہو۔

کوئی بڑھئی ایک کرسی مجسٹریٹ کے اجلاس کے قابل بہت جی لگا کر بنا رہا تھا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ بھائی تو اِس میں اتنی محنت کیوں کر رہا ہے اُس نے جواب دیا کہ میاں! جب میں مجسٹریٹ ہوں گا تو اسپر آرام سے بیٹھ کر اجلاس کروں گا۔ کیا حیرت ہے کہ یہ بڑھئی آخر مجسٹریٹ ہوا اور اُسی کرسی پر بیٹھا۔

منطق والے جبر و اختیار کے مسئلہ میں جو چاہیں بک لیں لیکن ہر شخص تجربہ سے صاف دیکھتا ہے کہ بھلائی یا بُرائی کے اختیار کرنے اور چن لینے میں پورا اختیار ہے یعنے وہ تنکے کی طرح دریا میں بہتا ہوا چلا نہیں جاتا بلکہ وہ اپنے کو تیراک پاتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ میں موجوں سے لڑ کر کنارے تک پہنچ سکتا ہوں اور بیشک ہم لوگ اپنے کو پابز نجیر نہیں دیکھتے۔ اگر ہم لوگ (خدانخواستہ) کہیں اس کے الٹ جلیں تو کاہل ہونیکی کل خواہشیں مٹی میں ملجاویں۔

اسکی زندگی کا کل کارخانہ خواہ وہ خانگی ہو یا جماعتی سرکاری ہو یا خدائی سب اسی امید اِسی اعتقاد پر مبنی ہے کہ "انسان آزاد ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے" ورنہ کیسی جواب دہی، کس کا جرم، کہاں کا الزام اگر اسکا یقین نہ ہو کہ انسان اپنی پوری آزادی سے بھلے اور بُرے دونوں قسم کے کام کر سکتا ہے دونوں طرف اس کی رغبت ممکن ہے تو سیکھنے سکھانے

نصیحت کرنے، وعظ کہنے، جھڑکنے، غلطیوں کی اصلاح سے کیا فائدہ اور قانون سے کیا نفع۔ کونشنس (قوت ممیزہ) ہم سے ہر وقت پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تم آزاد ہو۔ تم آزاد ہو" بیشک یہی آزادی ایک ایسی چیز ہے کہ جو ہم لوگوں کی خاص اپنی ہے، اور بیشک ہم لوگوں کے اختیار میں ہے ہم چاہیں اُسے داہنے ہاتھ پھیریں یا بائیں۔ چاہیں اُس سے نیک کام لیں یا بُرا۔ ہم کبھی دُنیا کی خوش آیند اور مرغوب اور للچانے والی چیزوں کے قبضہ میں نہیں ہیں بلکہ وہ ہماری قدرت اور اختیار میں ہیں ہم اُنکے مالک ہیں۔ ہم چاہیں اُنھیں قبول کریں یا نہ کریں جب کبھی ہم لوگ کوئی گناہ کرنے لگتے ہیں تو بیشک اُسیوقت کانشنس (قوت ممیزہ) صاف صاف پکار پکار کر کہتا ہے کہ کمبخت اب بھی رک جا"۔

اگر ہم لوگ اپنی خواہشوں کو تابع کرنا چاہیں تو اس میں ہمکو کچھ ایسی دقت نہ پڑے گی۔ ایک اندک توجہ اور تھوڑی سی مشق سے بآسانی ممکن ہے بیشک جتنی کوشش اور ضبط کی اُس میں ضرورت ہوگی اُس سے کہیں زیادہ پر ہم لوگ قادر ہیں۔ لبنی صاحب نے ایک دفعہ اپنے لڑکے سے کہا "کہ بھائی اب تتنے خدا کے فضل سے ہوش سنبھالا جوان ہوئے ابھی سے اپنے بارے میں کچھ فیصلہ ضرور کرلو نہیں تو اپنی کھودی ہوئی ذلت کی قبر میں پڑے چلّایا کروگے اور کوئی بھی نہیں سُننے گا۔ جتنا ہاتھ پاؤں ماروگے گر کاہلی اور آلکسی کے بھاری پتھر اپنے اوپر سے نہ سرکا سکوگے"۔ بکسمتھ صاحب کی رائے ہے کہ "اگر جوان آدمی ہمت اور استقلال پر قایم رہے تو

جیسا چاہے ویسا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک لڑکے کو لکھا
کہ میاں اب تم اس سن کو پہونچ گئے کہ چاہو سیدھی راہ چلو چاہو الٹی
خدا نے تم کو زور اور قوت، ہمت و استقلال دیا ہے' تو اسکو لوگوں پر ظاہر
کرو اسکا مصرف دکھاؤ۔ ان قوتوں سے کام لو' نہیں تو سمجھ رکھو کہ آخر
کاہل اور بیکار آدمی ہو جاؤ گے اور اگر کہیں (خدا نا کردہ) تم اس حالت کو
پہونچ گئے' تو پھر اس سے نکلنا کچھ آسان نہیں ہے۔ مجھے اس کا یقین ہے
کہ نوجوان آدمی جیسا چاہے ویسا ہو سکتا ہے'۔ میں نے جو اتنی ترقی کی
اور کامیاب ہوا' اس کی وجہ بس یہی ہے کہ میں نے تمہارے ہی سن میں اپنے
کو بدل ڈالا۔ اگر تم سچے دل سے دلیر اور محنتی ہونے کی خواہش کرو۔ اور
اس میں پوری کوشش کرو تو اپنی زندگی بھر خوش رہو گے" جو شخص اپنی خواہش کو
دنیاوی لذتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے' تو اسکی خواہش کی مثال بعینہ ایک
زبردست جن کی سی ہے اسکی بہوت عقل پر اس جن کی ایسی زبردست
تسلط رہتی ہے کہ وہ بالکل اسکے تابع ہو جاتی ہے' وہ زبردست جن جو کام
چاہتا ہے اس سے لیتا ہے۔ لیکن اگر وہی خواہش' نیک کاموں اور عالی
قوتوں کی ترقی کی طرف متوجہ کی جائے تو اسکی خواہش بادشاہ اور عقل اس کا
نہایت عمدہ وزیر بن جائیگی۔

یہ ایک قدیم ضرب المثل ہے کہ "جہاں کسی کی خواہش ہے۔ وہاں اس
کی راہ بھی ضرور لگی ہوئی ہے" اور سچ مچ اپنے کو کسی کام کے لائق سمجھنا
ہی اس کام کے لائق بن جاتا ہے۔ بہت بڑی خواہش اور بہت

بڑی نفرت ہے۔ سوار صاحب کسی کو ناکامیاب ہوتے دیکھتے تو کہتے کہ تمہاری خواہش ہی ادھوری تھی نپولین[1] اکثر کہا کرتا کہ غیر ممکن کے لفظ کو لغت سے نکال دینا چاہئے۔ ایسے الفاظ بیوقوفوں کے لغت میں پائے جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا۔ میں نہیں کر سکتا۔ یہ غیر ممکن ہے، اس قسم کے جملوں سے اس کو سخت عداوت تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا کہ سیکھو۔ کرو۔ کوشش کرو۔

نپولین نے اپنے کو کیا کر دکھایا، اسکو تو سب جانتے ہیں، اسکا پیارا مقولہ یہ تھا کہ "نکی مستعدی ہی سچی عقلمندی ہے" ایک بار الپس پہاڑ اس کی فوج کے راستے پڑ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ الپس حائل ہے لشکر آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اس نے جواب دیا کہ الپس اگر حائل ہے تو الپس نہیں رہے گا، چنانچہ اس کے وار پار راہ بنائی گئی! کیا عجیب بات ہوئی کہ جو پہلے محض غیر ممکن نظر آتا تھا اس کو اس نے کر دکھایا۔ یہ ایسی سخت محنت کرتا تھا کہ لوگ دیکھ کر دنگ ہو جاتے۔ چار چار منشی لکھتے لکھتے تھک جاتے۔ لیکن یہ ان کو مضامین بتلانے میں جی نہ ہارتا۔ اس کو دیکھ کر لوگوں میں گویا جان آجاتی تھی۔ مُردہ دل زندہ ہو جاتے

---

[1] نپولین بونا پرٹ جزیرہ اجسیکا کا رہنے والا ایک گمنام شخص تھا۔ دلیری اور چالاکی سے بڑی ترقی حاصل کی۔ فرانس کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ مصر پر چڑھ کر کے فتحیاب ہوا۔ ۱۸۰۴ء میں فرانس کا بادشاہ ہو گیا۔ یورپ کے بہت سے ملکوں پر قابض ہوا واٹرلو کی لڑائی میں انگریزی جنیل ولنگٹن سے شکست کھائی۔ مقید ہو کر جزیرہ ہلینا میں بھیجا گیا ۱۷۶۹ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۲۱ء میں مرگیا۔

زندہ ہو جاتے۔ وہ اکثر کہا کرتا کہ "میرے جرنیل چلے مٹی کی مورت سے تھے میں نے اُن کو آدمی بنایا" لیکن افسوس! افسوس!! کہ اس اتنے بڑے شخص کی خود غرضی نے فرانس کے ملک کو بلکہ خود اوسکو تباہ کردیا۔ اُسکی زندگی کے حالات نے اِس بات کو ثابت کردیا کہ وہ قوت جس سے کسیکو نفع نہ پہونچے اور وہ علوم جو نیکی سے معرا ہوں نرے شیطان کے اوزار ہیں۔

گرنیول شارپ[1] انگلستان میں ایک بہت بڑے ولیر شخص ہو گذرے ہیں اُن کی کوششوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان سے غلامی بالکل اُٹھ گئی۔ بچپن میں وہ ایک کپڑا بُننے والے کے یہاں کام کرتے تھے۔ پھر آرڈیننس آفس میں کرانی مقرر ہوئے۔ جن دنوں یہ کرانی کا کام کرتے تھے اور بظاہر تحصیل معاش میں نظر آتے تھے اس زمانہ میں بھی اگر کسی رفاہ خلایق کے کام کا سامنا آن پڑتا تو ہرگز اس سے مُنہ نہ موڑتے ایک مرتبہ ان کی ملاقات ایک موحد عیسائی سے ہوئی وہ تثلیث کے ابطال میں ان سے مباحثہ کرنے لگا۔ باتیں کرتے کرتے آخر وہ کہہ اُٹھا کہ انجیل مقدس یونانی زبان میں نازل ہوئی ہے اور تم اُس زبان کو جانتے نہیں محض ترجمہ ہی ترجمہ پر تمہارا مدار ہے یہی وجہ ہے

[1] گرنیول شارپ۔ ان کا حال تو اسی کتاب میں اس قدر بیان ہوگیا ہے کہ زائد لکھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ۱۷۳۴ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۱۳ء میں مرگئے۔

کہ تم تثلیث کو مانتے ہو"۔ اس بات کے سُنتے ہی ان کے دل میں یونانی زبان کے حاصل کرنے کا شوق بھڑک اٹھا چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے اُس زبان میں پوری لیاقت حاصل کر لی پھر ایک مرتبہ ان کو ایک ایسا ہی معاملہ ایک یہودی سے پیش آیا اُسنے ان پر طعن کیا کہ توریت مقدس کی اصل زبان جو عبرانی ہے تم نہیں جانتے۔ اُسکے اس کہنے کا انکے دل پر اتنا بڑا اثر ہوا کہ انہوں نے اس زبان کو بھی کما حقہ حاصل کیا۔

غلاموں کی حالت پر جو ان کو رحم آیا اور اس قوم کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا اسکا مفصل قصہ یوں ہے کہ انگلستان میں ایک حبشی غلام تھا جو نتھن اسٹرونگ نامی۔ اس حبشی کو اس کے مالک نے ایسی بے رحمی سے سزا دی تھی کہ وہ لنگڑا اور قریب اندھا بھی ہوگیا تھا۔ جب اُسکے مالک نے دیکھا کہ اب یہ غلام کسی کام کا نہیں رہا تو اُسے اپنے گھر سے نکالدیا یہ بیچارا غریب بیماریوں اور مصیبتوں میں چور گلیوں میں بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ ناگہاں ایک مرتبہ شارپ صاحب کی نظر اُس پر جا پڑی۔ دیکھ کر رحم آیا۔ اپنے بھائی ولیم کے پاس (جو غریبوں کا علاج کیا کرتے تھے) اُسکو معالجہ کے لئے لے آئے۔ یہاں اس شخص کی پوری حفاظت اور خبرگیری ہونے لگی۔ چنانچہ ولیم صاحب کی حسن تدبیر سے وہ بہت جلد چنگا ہوگیا۔ شارپ صاحب نے اُسکو ایک جگہ نوکری بھی دلوادی۔ اتفاقاً ایک روز اُسکے مالک نے اُسکو دیکھ کر پہچانا۔ اچھا خاصہ صحیح و سالم پایا۔ پھر تو وہ بیرحم اُسکی گرفتاری کی فکر میں لگا۔ یہاں تک کہ آخر اُس

بیچارہ حبشی کو گرفتار کرایا اور حوالات میں بھجوا دیا۔ لیکن حبشی نے اپنے کو
اس سخت مصیبت میں دیکھ کر اپنے قدیم محسن کو یاد کیا اور حوالات ہی
سے شارپ صاحب کو ایک خط لکھ بھیجا ۔ صاحب امتداد زمانہ اور کثرت
اشغال کے سبب اس حبشی کا نام تک بھول گئے تھے اپنے نوکر سے فرمایا
کہ تحقیقات تو کرو کہ یہ شخص خط لکھنے والا کون ہے ۔ شارپ صاحب کا
نوکر حوالات میں گیا اور وہاں کے لوگوں سے اُس خط بھیجنے والے شخص
کا نشان اور پتہ پوچھا اُن لوگوں نے صاف انکار کیا کہ ہمارے یہاں
اس پتے کا کوئی شخص گرفتار یا قید نہیں ہے تب تو صاحب کے دل میں
ایک طرح کا شبہ پیدا ہوا خود وہاں گئے اور اُس بیچارے حبشی کو دیکھ کر
پہچانا وہاں سے لوٹتے وقت حوالات کے مالک سے کہتے آئے کہ خبردار
جب تک میں لارڈ میور کے پاس درخواست نہ دے لوں کوئی شخص اس
حبشی کو یہاں سے نہ لے جانے پائے ۔ چنانچہ صاحب نے لارڈ میور کے
یہاں درخواست دی اور جن لوگوں نے بلا کسی جائز حق یا کسی سرکاری وارنٹ
کے اس حبشی کو گرفتار کیا تھا اُن لوگوں کے نام کا سمن حاصل کیا ۔ جب
مقدمہ پیش ہوا تو یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلے مالک نے اس شخص کو بیچ ڈالا
تھا اور خریدنے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ یہ حبشی میری ملک ہے۔ مگر چونکہ
لارڈ میور صاحب کے اختیارات کو حقیت کے قانون سے کچھ تعلق نہ تھا
اس لئے انہوں نے اس غلام کو چھوڑ دیا تب اُس کے ظالم مالک نے جج کی کچہری
میں شارپ صاحب پر نالش کی کہ اسے بھگا کر شارپ صاحب نے

میرا زرخرید مال مجھ سے چھین لیا۔

اُس زمانہ (یعنی ۱۷۶۹ء) میں انگریزوں کی آزادی صرف کتابوں ہی
میں لکھی ہوئی تھی اکثر آدمیوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر ایسٹ انڈیا اور دوسرے
دوسرے جزائر میں بھیجدیا کرتے۔ حبشی غلاموں کی خرید و فروخت کا
اشتہار لنڈن اور لورپول کے اخباروں میں صاف صاف چھپا کرتا
تھا۔ مثلاً ۲۰ اپریل ۱۷۶۹ء کے اخبار میں یہ لکھا ہوا تھا کہ گیٹ اِن
ہول برن میں اِن دسکی نامی ایک اچھا مضبوط نیک چلن حبشی
بکتا ہے۔ جو حبشی اپنے ظالم مالک کے ظلم سے گھبرا کر بھاگ جاتا
اُسکی گرفتاری کے اشتہار دیئے جاتے کہ جو کوئی اُسکو گرفتار کرے گا
اُسکو اتنا روپیہ انعام ملے گا۔ غرض غلاموں کی خرید فروخت بخوبی جاری
تھی کسی طرح کی روک ٹوک نہ تھی۔ ایسے تاریک اور ظلم بھرے زمانہ میں
گرنیول شارپ نے اِس کار خیر اور رفاہ عام خلایق میں اپنے کو ہمہ تن مصروف
کر دیا۔ اگرچہ یہ شخص ایک ادنی کرانی تھا اور کسی طرح کا زور اور اختیار
اُسکو حاصل نہ تھا تاہم چونکہ اُسکا مزاج ہی استقلال اور ہمت کا چشمہ تھا
اور اسکا مقصد بھی عمدہ ترین مقصد تھا اِسلئے تھوڑے ہی زمانہ میں بخوبی
کامیاب ہوا اور انگلستان کی رعایا کی آزادی کو جو اُس زمانہ تک صرف
زبانی تھی ہی شیخی تھی یقینی کر دکھلایا اُسکی مستقل کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا
کہ اب سب لوگ مانتے اور اِس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی
کسی کا غلام ہو انگلستان کی زمین پر قدم رکھتے ہی آزاد ہو جاتا ہے

اور ایک اسکے پہلے ۱۷۶۹ء کا زمانہ تھا جس میں سیکڑوں پادری ایسے تھے جو بایقین سمجھتے تھے کہ انگلستان میں رہنے سے کوئی غلام کسی طرح آزاد نہیں ہوسکتا بالجملہ جب جونتھن اسٹرونگ حبشی کا مقدمہ جج کی کچہری میں دائر کیا جاچکا تو شارپ صاحب نے وکیلوں سے مدد چاہی کل وکلا ایک سرے سے مخالف نظر آئے اور لوگوں نے شارپ صاحب کو اس امر سے بھی مطلع کیا کہ لارڈ چیف جسٹس صاحب بھی تمہارے خلاف میں ہیں۔ یہ ایک ایسا سخت واقعہ ہے جس میں انسان یقینی ہمت ہار دیتا ہے لیکن شارپ صاحب پہلے سے بھی زیادہ گرم جوشی کے ساتھ اپنے اس نیک کام میں مشغول ہوئے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ اسوقت کوئی قانون دان میرا مددگار نہ ہوا۔ ناچار مجکو آپ ہی اپنی مدد کرنی پڑی۔ مجھے قانون سے اصلا واقفیت نہ تھی۔ ہاں انجیل میں خدا کا قانون تو البتہ پڑھا تھا لیکن دوسرا دنیاوی قانون اس کو میں اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ مجبور کتب خانہ میں جاکر قانون کی کتابوں کی فہرست دیکھنی شروع کی۔

شارپ صاحب دن بھر نوکرانی کا کام کیا کرتے اور صرف رات کو اور صبح کے وقت قانون کی کتابیں مطالعہ فرماتے۔ شارپ صاحب غلاموں کو آزاد کرانے کیا چلے کہ کاموں کی کثرت سے خود غلام بن گئے چنانچہ خود انھوں نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا تھا کہ "بھائی سچ پوچھو تو میں اچھی طرح خط نہیں لکھ سکتا۔ سوا ٹھنے کے بعد جتنا وقت ہاتھ لگتا ہے اس کو میں قانون

کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کرتا ہوں۔ یہ قانون کا کام ایسا ہے جسمیں خدا کی ہستی پنے کیسے کیا ہو جانا ممکن ہے۔ اتوار کے دن بھی میں قانون پڑھتا ہوں چونکہ یہ کام محض للہ ہے اور اسمیں میرا کوئی ذاتی نفع نہیں ہے اسلئے اتوار کے دن بھی کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں ہے"۔

شارپ صاحب نے دو برس تک شخصی آزادی کے قانون کو خوب جی لگا کر پڑھا۔ پارلیمنٹ کی بحثوں اور عدالتوں کے فیصلوں کو بھی جمع کرنا شروع کیا۔ اُس زمانہ پہ یہ شکایت ضرور ہمیشہ رہے گی کہ ایسے بڑے اور مفید عام کام میں شارپ صاحب کا کوئی مددگار بلکہ صلاح کار تک نہیں۔ صاحب کی محنت اور تحقیقات نے صرف انہیں کو خوش نہیں کیا بلکہ قانون دانوں کو سخت حیرت میں ڈالا۔ شارپ صاحب لکھتے ہیں کہ "خدا کا شکر ہے کہ انگلستان کے کسی قانون کسی فیصلہ سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس سے کسی کا غلام بنانا جائز ٹھہرے"۔ شارپ صاحب پر یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی تھی کہ انگلستان میں غلامی ہرگز نہیں رہ سکتی۔ صاحب موصوف نے ایک رسالہ بنام "انگلستان میں غلامی جائز رکھنے کا ظلم" تصنیف کیا اور ۱۷۶۹ء میں سکو چھپوا کر تمام مشتہر کیا۔ جب جانتھن اسٹرانگ کے مالک نے دیکھا کہ بدیہ جب ادمی کا سامنا ہے تو تصفیہ کا خواستگار ہوا۔ صاحب نے انکار کیا بالآخر مدعی کو مقدمہ سے دست بردار ہونے کے لئے سہ گونہ خرچہ دینا پڑا۔

شارپ صاحب جہاں کہیں سُنتے کہ کوئی شخص ظلم سے پکڑا گیا ہے وہاں فوراً پہونچتے اور اُسکی رہائی کے باعث ہوتے۔ یاد بیڈ و دو کیتاجروں نے

ایک حبشی ہیلاس نامی کی بیوی کو زبردستی گرفتار کرکے اپنے ملک
بھیجدیا تھا۔ شارپ صاحب نے اپنی طرف سے اُن پر مقدمہ چلایا اور
اسکی بیوی کو انگلستان واپس منگا کر آزاد کرا ہی چھوڑا۔

ایک حبشی لوئیس نامی رات کے وقت کہیں اکیلا چلا جاتا تھا کہ دو
آدمیوں نے اسکو زبردستی پکڑ کر جہاز پر پھینکا۔ روانہ کر دیا۔ ان دو آدمیوں کا
ارادہ تھا کہ اسکو جمیکا لیجا کر بیچڈالیں۔ جس جگہ یہ واقعہ ہوا تھا وہاں ایکعورت
بی بی بنیک نامی رہتی تھی اُس نے اُس بیچارے حبشی کا رونا چلانا سنکر
شارپ صاحب کو (جو اُس زمانہ میں حبشیوں کے دوست مشہور تھے) اس
حال سے مطلع کیا۔ صاحب فوراً اُس جگہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ جہاز جس میں وہ
قیدی تھا کھل گیا۔ مجبور صاحب نے جہاز کے روکنے کے لئے فوراً پروانہ
حاصل کیا بالآخر جب وہ حبشی لنڈن لایا جا چکا تو شارپ صاحب نے اُن ظالم
تاجروں کے نام کا وارنٹ حاصل کیا۔ جیسی ہمت اور چستی کہ شارپ صاحب
نے اس کام میں کی ویسی دوسروں سے ہونی مشکل ہے۔ لیکن بڑے صاحب کی
اولوالعزمی کہ ایسی چستی پر بھی اپنی سستی کے قائل ہیں۔ غرض مقدمہ دائر ہوا
اور جج صاحب نے غلام کو چھوڑ دیا۔ اس زمانہ تک انگلستان میں حبشیوں کی
آزادی ایک تصفیہ طلب بات تھی لیکن شارپ صاحب اپنے کام میں ویسے ہی مستعد
اور قائم تھے۔ سیکڑوں حبشیوں کو ظلم اور تعدی سے بچاتے رہے
آخر جج جیمس سمرسٹ کے مقدمے نے انگلستان کی آزادی کا پورا
تصفیہ کر دیا۔ اس مقدمے سے انگلستان کی آزادی مکمل اور بلاشک ہو گئی۔

اسکا قصہ اسطرح ہے کہ ایک حبشی سمرسٹ نامی کو ایک تاجر انگلستان کو پکڑ لیا تھا۔ یہاں جب اُس نے دیکھا کہ اس ضعیف اور ناتوان سے میرا کام نہیں نکل سکتا تو مجبور ہو کر اُسے چھوڑ دیا۔ چند دنوں کے بعد جب اُس نے اُس حبشی کو صحیح اور توانا پایا تو لالچ نے اُسے آگھیرا اور اُسکی گرفتاری کی فکر میں ہوا۔ شارپ صاحب اُس حبشی کے طرفدار ہو گئے۔ مقدمہ دائر کیا گیا۔ لارڈ مینس فیلڈ نے یہ فرمایا کہ یہ ایک جمہوری حق کا مقدمہ ہے اسمیں کُل ججوں کی رائے لینی ضرور ہے۔ اِسوقت شارپ صاحب نے دیکھا کہ مجکو ایک بہت سخت مقابلہ کرنا ہے۔ اِسوقت مجھے اپنی پوری کوشش اور قوت کا استعمال کرنا ضرور ہے لیکن خیریت یہ گذری کہ خدا کے فضل سے کئی اچھے قانون دان اُسوقت صاحب کی طرف ہو گئے۔ غرض مقدمہ پیش ہوا اور اس بات پر بحث شروع ہوئی کہ کیا ہر شخص انگلستان میں آزاد ہے؟ اِس جگہ اُن سب بحثوں کا بیان کرنا فضول ہے۔ غرض خوب بحثیں ہوئیں بالآخر لارڈ مینس فیلڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ "بیشک یہ بات ہر طرح ثابت ہو گئی کہ انگلستان میں کوئی غلام نہیں رہ سکتا اِسلئے سمرسٹ رہا کیا گیا"۔ اِس فیصلہ کی مدد سے شارپ صاحب نے انگلستان سے غلامی کو نیست و نابود کر دیا اور اب اِسوقت کے انگریزوں کا یہ فخریہ دعویٰ کہ کوئی غلام جسوقت انگلستان کی مبارک زمین پر قدم رکھتا ہے فوراً اُسیوقت اُسے آزادی کا خلعت عطا ہوتا ہے"۔ بیشک بہت سچا ہو گیا۔

سبحان اللہ اس دنیا میں کیسے کیسے خدا کے نیک بندے پیدا

ہوئے ہیں۔ انہیں کی بدولت انگریزوں نے یہ اعزاز حاصل کیا انہیں کے جوش دلانیوالی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ آجکل اہل انگلستان تہذیب شائستگی میں جبل کئے جانے لگے۔

گرنیول شارپ صاحب نے اور کون کون عمدہ کام کئے انکی تفصیل بہت طول ہے۔ انہوں نے ایک جزیرہ سیرہ لیوین نامی ان حبشیوں سے بسایا جو جابجا غلامی کے ظلم سے ستائے جاتے اور بھاگ کر اس جزیرہ میں آتے اسوقت انگلستان کے انگریز دوسرے ملک یا جزیرہ کا کام کرنیکے لئے زبردستی جہاز پر سوار کرا کے روانہ کئے جاتے اور بیچارے غریب مظلوم بقصور جلاوطن اور غریب دیار ہوتے تھے۔ شارپ صاحب نے اس ظلم کے دفعیہ میں بھی کوشش کرنی چاہی مگر ڈاکٹر جانسن[1] انگلستان کا نامی منشی ان کے خلاف میں اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی پر زور تقریر لکھی کہ جسکا جواب دینا مشکل تھا۔ خود شارپ صاحب راقم ہیں کہ بڑے بڑے الفاظ اور باریک باریک دلیلیں میرے مقصد کو کبھی آزار نہیں پہنچا سکتیں۔ ایسی تقریریں میرے مضبوط دل کو ہلا نہیں سکتیں۔ اگرچہ مجھے اُن دلیلوں کے جواب دینے کی لیاقت نہیں لیکن پھر بھی میرا دل اُن دلیلوں کو ہرگز نہیں مانتا۔ جب انگلستان اور امریکہ میں لڑائی پھیلی تو گرنیول شارپ گورنمنٹ انگلستان کو برا سمجھکر اپنے عہدہ سے

---

[1] جانسن انگلستان کا ایک بہت بڑا منشی تھا اس کی تصانیف مشہور اور معروف ہیں سنہ۱۷۰۹ء میں پیدا ہوا تھا اور لندن میں سنہ۱۷۸۴ء میں مرگیا۔

اسکا قصہ اسطرح ہے کہ ایک حبشی سمرسٹ نامی کو ایک تاجر انگلستان پکڑ لیا تھا۔ یہاں جب اُس نے دیکھا کہ اس ضعیف اور ناتوان سے میرا کام نہیں نکل سکتا تو مجبور ہوکر اُسے چھوڑ دیا۔ چند دنوں کے بعد جب اُس نے اُس حبشی کو صحیح اور توانا پایا تو لالچ نے اُسے آگھیرا اور اُسکی گرفتاری کی فکر میں ہوا۔ شارپ صاحب اُس حبشی کے طرفدار ہو گئے۔ مقدمہ دائر کیا گیا۔ لارڈ مینس فیلڈ نے یہ فرمایا کہ یہ ایک جمہوری حق کا مقدمہ ہے اسمیں کُل ججوں کی رائے لینی ضرور ہے۔ اسوقت شارپ صاحب نے دیکھا کہ مجکو ایک بہت سخت مقابلہ کرنا ہے۔ اسوقت مجھے اپنی پوری کوشش اور قوت کا استعمال کرنا ضرور ہے لیکن خیریت یہ گذری کہ خدا کے فضل سے کئی اچھے قانون دان اسوقت صاحب کی طرف ہو گئے۔ غرض مقدمہ پیش ہوا اور اس بات پر بحث شروع ہوئی کہ کیا ہر شخص انگلستان میں آزاد ہے"؟ اس جگہ اُن سب بحثوں کا بیان کرنا فضول ہے۔ غرض خوب بحثیں ہوئیں بالآخر لارڈ مینس فیلڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ "بیشک یہ بات ہر طرح ثابت ہو گئی کہ انگلستان میں کوئی غلام نہیں رہ سکتا اسلئے سمرسٹ رہا کیا گیا"۔ اس فیصلہ کی مدد سے شارپ صاحب نے انگلستان سے غلامی کو نیست و نابود کر دیا اور اب اسوقت کے انگریزوں کا یہ فخریہ دعویٰ کہ "کوئی غلام جسوقت انگلستان کی مبارک زمین پر قدم رکھتا ہے فوراً اُسیوقت اُسے آزادی کا خلعت عطا ہوتا ہے"۔ بیشک بہت سچا ہو گیا۔

سبحان اللہ اس دنیا میں کیسے کیسے خدا کے نیک بندے پیدا

ہوئے ہیں۔ انہیں کی بدولت انگریزوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ انہیں کے جوش دلانیوالی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ آجکل اہل انگلستان تہذیب شائستگی میں مثیل گنے جانے لگے۔

گرنیول شارپ صاحب نے اور کون کون عمدہ کام کئے انکی تفصیل بہت طول ہے۔ انہوں نے ایک جزیرہ سسرہ لیوین نامی ان حبشیوں سے بسایا جو جابجا غلامی کے ظلم سے ستائے جاتے اور بھاگ کر اس جزیرہ میں آتے اسوقت انگلستان کے انگریز دوسرے ملک یا جزیرہ کا کام کرنیکے لئے زبردستی جہاز پر سوار کرا کے روانہ کئے جاتے اور بیچارے غریب مظلوم بقصود جلاوطن اور غریب ہوتے تھے۔ شارپ صاحب نے اس ظلم کے دفعیہ میں بھی کوشش کرنی چاہی مگر ڈاکٹر جانسن[1] انگلستان کا نامی منشی ان کے خلاف میں اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی پر زور تقریر لکھی کہ جسکا جواب دینا مشکل تھا۔ خود شارپ صاحب راقم ہیں کہ بڑے بڑے الفاظ اور باریک باریک دلیلیں میرے مقصد کو کبھی آزار نہیں پہنچا سکتیں۔ ایسی تقریریں میرے مضبوط دل کو ہلا نہیں سکتیں۔ اگرچہ مجھے اُن دلیلوں کے جواب دینے کی لیاقت نہیں لیکن پھر بھی میرا دل اُن دلیلوں کو ہرگز نہیں مانتا۔ جب انگلستان اور امریکہ میں لڑائی پھیلی تو گرنیول شارپ گورنمنٹ انگلستان کو بُرا سمجھکر اپنے عہدہ سے

---

[1] جانسن انگلستان کا ایک بہت بڑا منشی تھا اس کی تصانیف مشہور اور معروف ہیں ۱۷۰۹ء میں پیدا ہوا تھا اور لندن میں ۱۷۸۴ء میں مرگیا۔

دست بردار ہوگئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اٹھارہ برس سے نوکری کرتے کرتے
مجھے اپنے عہدہ کا کام کرنے میں بہت بڑا ملکہ ہوگیا ہے اور میری اوقات
بسری بھی بنابراسی نوکری پر منحصر ہے لیکن جو گورمنٹ کہ اپنی ایک
نیک اور بیگناہ رعایا کا خون کر رہی ہے اُسکی نوکری کرنے میں اپنی دیانت
اور عزت کے خلاف سمجھتا ہوں" صاحب موصوف نے بہتیری سوسائیٹیاں
بھی قائم کیں اور ایک بہت بڑی سوسائیٹی غلاموں کی آزادی کے لئے
بھی قائم کی۔ اس زمانہ میں بہتیرے اچھے اور نامی لوگ اِنکے معین ہوگئے
تھے اور وہ خواہش جو پہلے صرف ایک اِنہی کے دلوں میں تھی اب عام
باشندگان انگلستان کے دلوں میں پھیل گئی تھی کلارکسن[۱] ولبرفورس[۲]
بروہم[۳] بکسٹن[۴] جیسے لوگ اِن کے دوست اور مددگار تھے اِن

۱؎ کلارکسن۔ انگلستان کے ایک بہت بڑے بہی خواہ گذرے ہیں ابطال غلامی میں یہ بھی سامی تھے ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۴۶ء میں مرگئے۔

۲؎ ولبرفورس۔ انگلستان کے تاجر کا لڑکا تھا۔ یہ شخص بھی انگلستان کے ایک بہت بڑے بہی خواہوں میں گذرا ہے ابطال غلامی میں یہ بھی شریک تھا ۱۷۵۹ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۳۳ء میں مرگیا۔

۳؎ بروہم۔ ملک اسکاٹ لینڈ کا ایک معزز شخص تھا۔ لیاقت علمی اسکی مشہور ہے۔ فصاحت بھی اسکی ضرب المثل تھی۔ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا۔ کئی عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہا۔ شہر اڈنبرا میں ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۸ء میں مرگیا۔

۴؎ بکسٹن۔ دیکھو حاشیہ صفحہ ۲۰۔

نیک بندگان خدا کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قلمرو انگلستان اور سلطنت
برطانیہ سے غلامی مفقود اور معدوم ہو گئی۔

اِن مُعینوں میں سے بکسٹن صاحب کے سوانح عمری غور کرنے کے قابل
ہے۔ جب اِن کے والد نے قضا کی تھی تو یہ ایک ننھے سے بچے تھے
لیکن خدا کے فضل سے اِن کی ماں ایک نہایت ہی عاقلہ عورت تھیں۔ اِنکی
کوشش ہمیشہ یہی رہتی کہ یہ لڑکا برائیوں سے بچا رہے اور قوت فیصلہ خود ہی
کے دل میں پیدا ہو۔ اِسکا فیصلہ اور تصفیہ وہ خود ہی کرے کہ مجھے اِس
جہان میں کیا کرنا چاہئے۔ جب کبھی کوئی پڑوسی اِن سے کہتا کہ بی بی تمہارا
لڑکا بہت ہی خود رائے ہے جو اُسکے دل میں آتا ہے وہی کرتا ہے کسی
کی نہیں سُنتا تو وہ جواب دیتیں کہ کچھ مضایقہ نہیں۔ ابھی وہ خود رائے
ہے۔ لیکن آخر آپ دیکھئے گا کہ اِسکا نتیجہ اچھا ہی نکلے گا۔ بکسٹن صاحب نے
اسکول میں کچھ بھی نہ سیکھا۔ یہ اپنے اسکول میں نہایت ہی کاہل اور بڑے
بیوقوف تصور کئے جاتے تھے۔ ماسٹر جو کچھ انہیں لکھنے کو کہتا یہ اُسے
دوسرے لڑکوں سے لکھوا لیتے اور خود کھیلا کرتے۔ پندرہ برس کے
سن میں یہ اپنے گھر آ گئے۔ قد میں بہت لمبے چوڑے کسی مصرف کے نہیں۔
کشتی کھیلنا۔ شکار کرنا۔ گھوڑے پر چڑھنا۔ کھیتوں میں لڑتے پھرنا
یا ایک آوارہ شکاری آدمی کے ساتھ دن کاٹنا۔ بس یہی اِن کا مشغلہ اور
یہی اِن کا کام تھا۔ یہ شکاری پڑھا لکھا تو نہ تھا لیکن بہت نیکدل تھا۔
اِس زمانہ میں جبکہ بکسٹن صاحب کی عادتیں پختہ ہونے ہی کو تھیں کہ

اتفاقاً گرنی خاندان کے آدمیوں سے اِن کی ملاقات ہوگئی - یہ لوگ نہایت ہی مہذب - نیک اور خیرخواہ خلایق تھے - بکسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ اس نیک خاندان کے آدمیوں کی ملاقات نے میری زندگی کی کثافت اور زنگ کو جلا دیا - بلکہ اُسپر جلا کر دی - اُن لوگوں نے انہیں محنت اور تحصیل علوم کا شوق دلایا - بالآخر بکسٹن صاحب نے ڈبلن یونیورسٹی میں پڑھنا شروع کیا اور جب اپنے امتحان میں کامیاب ہوکر اور یونیورسٹی کا خطاب حاصل کرکے گھر لوٹے تو اسی گرنی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی - اور کرانی کا کام کرنے لگے - یہ ایسا جرأت اور ہمت والا آدمی تھا کہ کبھی کسی کام میں بیدل نہیں ہوتا - وہی لڑکپن کی مغرورانی اب اِن کی نیک چلنی اور دلیری کا ایک جزو اعظم ہوگئی - اُن کا قد چھ فیٹ چار انچ لنبا تھا - اسی لئے اِن کے دوست ہنسی سے اِن کو بکسٹن ہاتھی کہا کرتے - یہ شخص جس کام پر پڑتا اُسکو کرہی چھوڑتا - ایک تجارت کے کارخانہ میں یہ شریک اور منیجر مقرر ہوئے - انہوں نے اِس بڑے کارخانہ کو ایسی عمدگی اور خوش انتظامی سے پھیلایا کہ اِس کارخانہ میں جان آگئی - اِن کی بیمثل تدبیروں کا اثر اِس کارخانہ کے ہر رگ و ریشہ میں تیر گیا - اِسکے علاوہ انہوں نے قانون کی بھتیری کتابیں پڑھیں - کتابوں کے پڑھنے کے بارہ میں ان کی یہ نصیحت ہے کہ جب کسی کتاب کو شروع کرو تو ضرور اُسکو ختم بھی کرو اور کبھی کوئی کتاب ختم نہیں ہوسکتی جب تک اُسکے مضامین تمہارے اپنے نہ ہوجائیں کسی کتاب کے ہر صفحہ کو دیکھ جانا بس یہی اُس کا ختم کرنا نہیں ہے - بلکہ اُس

کتاب کا پورے طور سے مالک ہو جانا۔ اُس کے ہر مضمون۔ ہر باریکیوں کا اپنے قبضہ میں آجانا۔ بس یہ بیشک اُس کتاب کا ختم ہونا کہا جا سکتا ہے۔ جب کسی کتاب کو پڑھو تو پورے دل اور پورے دماغ سے پڑھو ؎

کلارکسن صاحب جب بتیس برس کے ہوئے تو پارلیمنٹ میں داخل ہوئے اور غلاموں کی آزادی میں بہت کچھ زور مارا۔ ازلیمہ خاندان کی ایک عورت سے ان کی ملاقات ہو گئی تھی۔ اس عورت کا نام پوس سیلا تھا یہ عورت بہت ہی ذہین اور اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ تھی یہ ۱۷۸۸ء میں اُس نے قضا کی۔ مرتے وقت اُس نے کئی بار کلارکسن صاحب کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو بہت تاکید سے کہا کہ "بھائی دیکھنا غلاموں کی آزادی کا بڑا خیال رکھنا" کلارکسن اُس عورت کی وصیت کو کبھی نہ بھولے بلکہ اُس کی یادگاری کے لئے اپنی ایک لڑکی کا نام "پوس سیلا" رکھا۔ اس نیک بخت مرحومہ عورت کی نیک نیتی کی تاثیر دیکھئے کہ جس دن (یعنی ۱۸۳۴ء) میں یہ لڑکی بیاہ کر اپنے سسرال گئی اتفاق سے اُسی دن قلمرو برطانیہ سے سارے غلام آزاد ہو گئے۔ چنانچہ کلارکسن صاحب نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا تھا کہ "بھائی! دلہن ابھی اپنے سسرال رخصت ہوئی ہے اور سب باتیں خدا کی مہربانی سے بہت اچھی طرح پھلے ہو گئیں۔ اب آج ایک غلام بھی قلمرو برطانیہ میں نہیں رہا"۔

کلارکسن صاحب کوئی بڑے ذہین آدمی نہ تھے اور نہ کچھ ایسے بڑے عالم اور نہ کسی امر کے موجد ہی تھے۔ لیکن صرف ایک بڑے کوشش

گریبوالڈی بڑے مستعد اور دلیر آدمی تھے - چنانچہ اپنے چال چلن کا حال اُنھوں نے خود لکھا ہے اور بیشک وہ اس قابل ہے کہ اُس کو ہر جوان آدمی۔ اپنے دل پر نقش کا لحجر کرے - جوں جوں میری عمر بڑھتی جاتی ہے مجھے اِس بات کا زیادہ تر یقین ہوتا جاتا ہے کہ کمزور اور دلیر۔ بڑے اور چھوٹے انسان میں امتیاز اور فرق صرف دلیری اور مضبوط ارادوں ہی سے ہے جب کوئی شخص کسی کام کے کرنے پر مستعد ہو تو اُسکو چاہئے کہ ضرور پہلے ہی سمجھ رکھے کہ بس اب موت ہے یا فتح - اور پھر درمیان میں اُس کام کو ہرگز ہرگز چھوڑے ع یا تن رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید - بس یہی ایک ایسی قوت ہر انسان میں دی گئی ہے جسکے ذریعہ سے وہ دنیا بھر کے کام ضرور کر سکتا ہے ورنہ یہ دو پاؤں کا حیوان کیسا ہی ذہین اور کیسی ہی عمدہ حالت اور عمدہ موقع میں کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز انسان نہیں بن سکتا ء

باب (۳)

محنت اور استقلال

گوئیت نغلے خدا اگوش دار   گر تو مردی محنتے کن پا پیدا۔
شرم گر داری بیاموز از مگس   محنتِ روزینہ بالمیب نفس

اِس زندگی میں بہت بڑے بڑے کام آسان ذریعوں اور اوسط درجہ کی لیاقت سے ہی ہوتے ہیں۔ روزمرہ کی ضرورتیں فکر اور فرائض ایسے ہیں کہ اگر انسان اُن پہ غور کرے تو بہت اچھا تجربہ حاصل کر سکتا ہے اگر ترقی کو ایک راہ تصور کریں تو یہ راہ بعض نیکیوں کی قدیم سڑک پر بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ نیکیاں کیا ہیں؟ وہی محنت۔ سچائی۔ استقلال اور دیانت داری۔

لوگ دولت کو اندھی کہکر بدنام کرتے ہیں۔ لیکن سچ پوچھو تو دولت اتنی اندھی نہیں ہے جتنے اندھے آدمی ہیں۔ اگر انسان کے عملی حصہ پر غور کیا جائے تو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دولت محنتیوں ہی کی طرفدار ہے۔ ہوا

اور موج اپنے جہاز رانوں ہی کی بہی خواہ ہے - صحیح کوشش اور کامیابی
ایک ساتھ چلتی ہے وہ چیزیں جو کامیابی کے لئے لازم و ملزوم ہیں وہ بہت
عجیب و غریب نہیں ہیں - اُنہیں ہم دو لفظوں میں کہے دیتے ہیں وہ عام
عقل اور مستقل محنت ہے ذہانت اُس کے لئے کوئی ضروری لازمہ نہیں
ہے - اعلےٰ درجے کے ذہین بھی چونکہ محنتی تھے اس لئے اِس درجہ پر پہونچے
بہتیرے عقلا اِس بات کے قائل ہی نہیں ہیں کہ ذہانت اور منجھی ہوئی عام
عقل میں کچھ فرق بھی ہے - چنانچہ جان فاسٹر[۱] صاحب لکھتے ہیں
کہ "ذہانت بس یہی فطرتی نور کو روشن رکھنے کا نام ہے" بفن[۲] صاحب
کی رائے میں ذہانت اور صبر (یعنی مشکلوں کی برداشت کی قوت) دو چیز
ہی نہیں -

انگلستان کے کل علما آج اِس بات پر متفق ہیں کہ نیوٹن[۳] ذہانت
میں اپنے وقت کا یکتا تھا - اُسوقت کوئی اُسکا ثانی نہ تھا لیکن جب اُس سے

۱؎ جان فاسٹر - شہر ہیلیفکس میں (جو انگلستان کے صوبہ یارک شائر میں واقع ہے)
پیدا ہوا تھا اسکی لیاقت بہت عمدہ اور خیالات اعلیٰ تھے - اسکی تصنیف کی ہوئی کتاب کا نام
"ڈیسیژن آف کیرکٹر قوت فیصلہ" ہے - [illegible]ء میں پیدا ہوا اور [illegible]ء میں مرگیا -

۲؎ بفن صاحب - شہر برگنڈی میں پیدا ہوا تھا - علم طبعی میں اس نے بڑی لیاقت حاصل
کی تھی [illegible]ء میں پیدا ہوا اور [illegible]ء میں مرگیا -

۳؎ نیوٹن - ملک انگلستان کا مشہور اور بڑا نامی حکیم جسکے معلومات اور ایجاد کئے ہوئے مسئلوں پر
کل انگریزوں کو ناز ہے [illegible]ء میں پیدا ہوا اور [illegible]ء میں مرگیا -

بھی لوگوں نے ایکبار پوچھا کہ آپ نے اتنی نئی نئی باتیں کیوں کر نکالیں" تو اُس نے بھی یہی جواب دیا کہ "چونکہ میں برابر سوچتا رہا" ایک بار لوگوں نے اُس سے سوال کیا کہ آپ پڑھتے کس طرح ہیں" جواب دیا کہ "مجھے جب کسی مضمون کو سمجھنا اور دریافت کرنا ہوتا ہے تو اُس مضمون کو دل کی نظر کے سامنے رکھے رہتا ہوں اور اِس بات کا منتظر رہتا ہوں کہ حق کی روشنی جلوہ گر ہو - چنانچہ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف ہو جاتا ہے اور پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے" نیوٹن پر کیا منحصر ہے جتنے کاملین تھے سب ہی محنتی تھے - نیوٹن کا تو یہ حال تھا کہ جب ایک کام کرتے کرتے تھک جاتا تو دوسرے کام میں ہاتھ لگا دیتا اور کہتا کہ میں اسی کو تفریح سمجھتا ہوں" -

محنتیوں نے دنیا میں ایسے ایسے نمایاں کام کئے کہ بعض حکماے تو اِس شبہ میں آگئے کہ آیا ذہانت سے بھی کوئی نفع ہے یا نہیں ؟ بعض کی راے تو یہاں تک گئی کہ ہر شخص شاعر - مقرر اور مصور ہو سکتا ہے -

مسٹر جے پی بڈر صاحب انگلستان کے ایک بڑے نامی انجنیر گذرے ہیں - اِن کی زبانی حساب بنانے کی لیاقت بہت مشہور ہے - صاحب موصوف اپنی ترقی کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "میں نے جو خوب غور کیا اور اپنے دل و دماغ کو دوسروں کے دل و دماغ سے تولا تو دونوں میں کوئی تفرقہ نہیں پایا - اگر کچھ تفرقہ کہا جا سکتا ہے تو بس اتنا ہی ہے - کہ میں نے چونکہ زبانی حساب بنانے میں کچھ زیادہ محنت کی تھی اِس وجہ سے دوسروں سے ذرا جلد حساب بنا لیتا ہوں - بڈر صاحب کا باپ مستری

تھا ان کے بھائی نے بچپن میں ان کو سو تک گننا سکھلا دیا تھا - یہ بچپنے میں
برابر سو تک گن کرتے - عددوں سے گویا انہیں ایک قسم کی موانست
ہوگئی تھی چند دنوں کے بعد انہوں نے چند دانوں کو جمع کرکے آپ سے آپ
پہاڑا یاد کرنا شروع کیا - چنانچہ اسی طرح دس تک کا پہاڑا انہوں نے اچھی
طرح یاد کرلیا - ان کے گھر کے پاس ایک لوہار رہتا تھا - یہ اس کے یہاں اکثر
جاکر بیٹھا کرتے - ایکبار کسی نے پوچھا کہ "نو نوا کتنا"؟ صاحب نے فوراً جواب
دیا "اکاسی" پھر تو لوگوں نے ان سے چھوٹے چھوٹے کئی سوالات کئے
اور سب کا ٹھیک ٹھیک جواب پاکر سب حیرت میں آگئے - پھر تو اس کا
تذکرہ پھیلا - اب تو ہر شخص ان سے سوال پوچھتا ہے اور خوش ہوکر ایک پیسہ
بطور انعام دیتا ہے - انعام اور تعریف نے صاحب کے دل کو حساب کی طرف
اور بھی متوجہ کیا - پھر تو انہوں نے ہزار تک کا پہاڑا سیکھا اور اس کے بعد
کروڑ تک کا پہاڑا یاد کیا - اب تو اس لڑکے کی ایسی شہرت ہوئی کہ اس کے
حالات اخباروں میں چھپنے لگے اور لوگوں نے اس کی تصویریں کھینچ لیں
تھوڑے دنوں کے بعد یہ کرانی کے کام پر نوکر ہوئے اور اس کے بعد انجنیر کا کام
کرنے لگے اور بڑی شہرت حاصل کی - ایک دفعہ بڈ صاحب نے
ایک کمیٹی میں اسپیچ دیتے وقت کہا کہ میں نے برسوں زبانی حساب سیکھنے اور
یاد رکھنے کی کوشش کی تھی - اس سے روزمرہ کے کاموں میں بھی مجھے
فائدہ ہوا اور لوگ میری طرف متوجہ بھی ہوئے اور اس کا یہ نتیجہ ہوا
کہ میں ایک عام مزدوری کی حالت سے ترقی پاکر اس حالت کو پہونچا

کہ آج اس انجمن کا میر انجمن ہوں اور آپ لوگوں کے سامنے اپیچ دے رہا ہوں ڈالٹن صاحب جو علم کیمیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں اپنی ذہانت کی وجہ صرف محنت اور عمدہ باتوں کا جمع کرنا بتلاتے ہیں جان ھنڑ صاحب لکھتے ہیں کہ "میرے دل کی مثال شہد کی مکھی کے چھتے کی سی ہے دور سے تو اُجڑا ہوا پریشان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب غور کر کے دیکھو تو انتظام اور سلسلہ سے ہرگز خالی نہیں۔ اس میں شہد کی سی عمدہ اور سودمند باتیں دور دور سے لاکر بھری گئی ہیں"۔ اگر کل بڑے بڑے عالموں۔ موجدوں۔ ہنرمندوں کے سوانح عمری پر غور کریں تو یہ بات بے شک بہت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اُن لوگوں کی کامیابی محض محنت کی بدولت تھی۔ اُن لوگوں نے محنت سے ہر چیز کو سونا بنا ڈالا یہاں تک کہ وقت کو بھی ڈزرئیلی صاحب کی رائے ہے کہ ترقی کاموں کے پورا اور پختہ کرنے پر منحصر ہے لیکن کیا یہ کاموں کا پورا اور پختہ ہونا محنت کے بغیر ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

جن آدمیوں نے اس دنیا میں ایک ہل چل ڈال دی ہے وہ اتنے ذہین نہ تھے جتنے متحمل۔ صابر۔ بے خوف اور محنتی تھے۔ ملک اطالیہ

۱؎ ڈالٹن۔ انگلستان کا مشہور حکیم بہت ہی غریب آدمی تھا لیکن محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی اسکی تصانیف علم کیمیا میں مشہور ہیں اسنے ال ال ڈی کا خطاب حاصل کیا تھا۔ ۱۷۶۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۴ء میں مر گیا۔

۲؎ ڈزرئیلی کا حال صفحہ ۱۰ پر دیکھو۔

کی ایک ضرب المثل ہے کہ جو شخص آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے وہ بہت دور
تک چل سکتا ہے ؎

سمندِ بادپا از تگ فرو ماند   شتربان ہمچناں آہستہ می‌راند

اگر ہم لوگوں کو محنت کی عادت پڑ جائے تو سب کام آپ سے آپ
آسان ہو جائیں۔ سر رابرٹ پیل[1] نے جو انگلستان کی پارلیمنٹ میں اسقدر
شہرت حاصل کی کیا وہ ذہانت کی وجہ سے ہوئی؟ ہرگز نہیں بلکہ محض
محنت کی وجہ سے ؎

اسپِ لاغر میاں بکار آید   روزِ میداں نہ گاوِ پرواری

صاحب موصوف جب بہت چھوٹے سے بچے تھے تو ان کے باپ
کی یہ عادت تھی کہ ان کو میز پر بٹھا دیتے اور انہیں زبانی تقریر کرنی سکھاتے
پہلے تو ان کی بہت تھوڑی ترقی ہوئی لیکن رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ
یہ پورا وعظ یا اسپیچ بے تکلف کہتے۔ جب پارلیمنٹ میں لوگ سر رابرٹ
پیل صاحب کو اسپیچوں کا جواب دیتے ہوئے دیکھتے تو تعجب کرتے
لیکن صاحب موصوف کو یہ لیاقت کچھ یکایک نہیں ہو گئی تھی بلکہ بچپن کی لگی
ہوئی عادت تھی۔

ستار بجانا کیسا آسان کام معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں تھوڑا
کمال بھی حاصل کرنے کے لئے کتنی محنت درکار ہے۔ ایک نوجوان نے
گیارڈنی صاحب سے پوچھا کہ کتنے زمانہ کے بعد میں آپ کی طرح

[1] سر رابرٹ پیل کا حال دیکھو صفحہ ۱۰۴

ستار بجانے میں کامل ہو؟ صاحب نے جواب دیا کہ اگر بارہ گھنٹہ روزانہ کے حساب سے چوبیس برس تک لگاتار محنت کرو"۔

ترقی کی چال بہت سست ہے۔ بڑے نتیجے بہت جلد ظہور میں نہیں آتے۔ انسان کو ایک ایک قدم کرکے چلنا پڑتا ہے ڈی میسٹر صاحب کہتے ہیں کہ "انتظار کھینچنے کی عادت ڈالنی کامیابی کے بھید سے واقف ہو جانا ہے وقت اور صبر کے ذریعے توت کی پتیاں بھی ساٹن بن جاتی ہیں"۔

ہر وقت بشاش رہنا۔ کام کو خوشی سے کرنا بہت ہی ضروری امر ہے ایک بڑے شخص کا قول ہے کہ ہمیشہ بشاش اور خوش رہنا۔ دینی کمالات کے دس حصوں میں سے نو حصے حاصل کر لینا ہے سڈنی اسمتھ[1] صاحب شہر ایک شائر میں پادری کا کام کرتے تھے اور یہ کام اُن کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا۔ ایک دن اُن کے ایک دوست نے اُن سے پوچھا کہ اس کام میں آپ کا جی لگتا ہے یا نہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ "بھائی! میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا ہے کہ اس عہدہ کو پسند کروں گا اور اس سے راضی ہو جاؤں گا میں اسکو محض نامردی اور بزدلی سمجھتا ہوں کہ تمام شکایت کرتا پھروں کہ

[1] سڈنی اسمتھ صاحب انگلستان کا مشہور پادری اور نامی مصنف تھا۔ اسکی تحریریں بہت عمدہ ہیں۔ ایک زمانے تک ایک بڑے رسالہ کی ایڈیٹری بھی کی تھی شہر اسکس میں [illegible] میں پیدا ہوا تھا اور لندن میں [illegible] میں مر گیا۔

کی ایک ضرب المثل ہے کہ جو شخص آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے وہ بہت دور تک چل سکتا ہے ؎

سمندِ بادپا از تگ فرو ماند   شتربان ہمچناں آہستہ می راند

اگر ہم لوگوں کو محنت کی عادت پڑ جائے تو سب کام آپ سے آپ آسان ہو جائیں۔ سر رابرٹ[1] پیل نے جو انگلستان کی پارلیمنٹ میں اسقدر شہرت حاصل کی کیا وہ ذہانت کی وجہ سے ہوئی؟ ہرگز نہیں بلکہ محض محنت کی وجہ سے ؎

اسپِ لاغر میاں بکار آید   روزِ میداں نہ گاوِ پرواری

صاحب موصوف جب بہت چھوٹے سے بچے تھے تو ان کے باپ کی یہ عادت تھی کہ ان کو میز پر بٹھا دیتے اور انہیں زبانی تقریر کرنی سکھاتے پہلے تو ان کی بہت تھوڑی ترقی ہوئی لیکن رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ یہ پورا وعظ یا اسپیچ بے تکلف کہتے۔ جب پارلیمنٹ میں لوگ سر رابرٹ پیل صاحب کو اسپیچوں کا جواب دیتے ہوئے دیکھتے تو تعجب کرتے لیکن صاحب موصوف کو یہ لیاقت کچھ یکایک نہیں ہو گئی تھی بلکہ بچپن کی لگی ہوئی عادت تھی۔

ستار بجانا کیسا آسان کام معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں تھوڑا کمال بھی حاصل کرنے کے لئے کتنی محنت درکار ہے۔ ایک نوجوان نے گیارڈنی صاحب سے پوچھا کہ کتنے زمانہ کے بعد میں آپ کی طرح

[1] سر رابرٹ پیل کا حال دیکھو صفحہ ۵۰

ستار بجانے لگوں گا؟ صاحب نے جواب دیا کہ اگر بارہ گھنٹہ روزانہ کے حساب سے چوبیس برس تک لگاتار محنت کرو۔"

ترقی کی چال بہت سُست ہے۔ سب بڑے نتیجے بہت جلد ظہور میں نہیں آتے۔ انسان کو ایک ایک قدم کرکے چلنا پڑتا ہے۔ ڈی مسیٹر صاحب کہتے ہیں کہ "انتظار کھینچنے کی عادت ڈالنی کامیابی کے بھید سے واقف ہو جانا ہے۔ وقت اور صبر کے ذریعہ سے توت کی پتیاں بھی ساٹن بن جاتی ہیں"۔

ہر وقت بشاش رہنا۔ کام کو خوشی سے کرنا بہت ہی ضروری امر ہے۔ ایک بڑے شخص کا قول ہے کہ ہمیشہ بشاش اور خوش رہنا۔ دینی کمالات کے دس حصّوں میں سے نو حصے حاصل کر لینا ہے۔ سڈنی اسمتھ[1] صاحب شہر ایک شائریں پادری کا کام کرتے تھے اور یہ کام اُن کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا۔ ایک دن اُن کے ایک دوست نے اُن سے پوچھا کہ اس کام میں آپ کا جی لگتا ہے یا نہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ "بھائی! میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا ہے کہ اس عہدہ کو پسند کروں گا اور اس سے راضی ہو جاؤں گا میں اُسکو محض نامردی اور بزدلی سمجھتا ہوں کہ تمام عمر شکایت کرتا پھروں کہ۔

[1] سڈنی اسمتھ صاحب انگلستان کا مشہور پادری اور نامی مصنف تھا۔ اسکی تحریریں بہت پُر زور ہیں۔ ایک زمانے تک ایڈنبرا رسالہ کی اڈیٹری بھی کی تھی۔ شہر اسکس میں ۱۷۷۱ء میں پیدا ہوا تھا اور لنڈن میں ۱۸۴۵ء میں مر گیا۔

مجھ پر ظلم ہوا ہے، اور میں نہایت پریشان ہوں۔"

وہ اشخاص جن کی ذات سے لوگوں کو نفع پہونچا ہے اکثر بلایقین نفع اور کامیابی کے زمانہ رسانی تک کام کرتے رہے ہیں۔ کوئی اُن کا حامی اور مددگار نہ ہوا۔ جس تخم کو اُنھوں نے بویا تھا وہ برف کے نیچے دبا رہا اور اکثر یہ بھی ہوا ہے کہ اسکے موسم بہار کے قبل ہی اُسکا کسان قبر میں جاکر سو رہا آدم اسمتھ صاحب نے تمدن اور معاشرت میں جو کتابیں لکھی تھیں انکو اُنکے زمانہ میں کسی نے دیکھا تک نہیں۔ ستر برس تک وہ کتابیں جوں کی توں پڑی رہیں۔ اسکے بعد لوگ اُس سے فی الجملہ نفع اُٹھانے لگے چنانچہ اس اُنیسویں صدی میں بھی ان کتابوں کی قدر جیسی چاہیے نہ ہوئی اور جو حق اُن کتابوں سے نفع پانیکا ہے لوگوں نے نہیں پایا۔

مایوس اور نا امید ہو جانا ایک ایسی بلا ہے کہ خدا اس سے ہر انسان کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اس سے بھلا چنگا انسان مٹی میں مل جاتا ہے امیدوں کی مثال آفتاب کی ہے۔ جو شخص ان کی طرف رُخ کرتا ہے اُس کی مصیبتیں سایہ کی طرح اُسکے سامنے سے ٹل جاتی ہیں۔ "کیونکر کام کروں، کس طرح خوش رہوں، دنیا نہایت خراب جگہ ہے" ایسے جملے اُنھی کی زبانوں

۵۱؎ آدم اسمتھ صاحب اسکاٹ لینڈ کا مشہور حکیم تھا۔ اس کی تصنیف "سیاست مدن" میں بے مثل ہے۔ کالج کی ایک زمانہ تک پروفیسری کی تھی ۱۷۲۳ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۹۰ء میں مر گیا۔

سے نکلتے ہیں جن کی امیدیں معدوم ہوگئیں جنہوں نے اپنے کو آپ اپنے ہاتھوں تباہ کر ڈالا ہے۔

ڈاکٹر ینگ[1] صاحب ایک بڑے حکیم گذرے ہیں انکا یہ مقولہ تھا کہ جس کام کو ایک انسان کرسکتا ہے اسکو دوسرا بھی ضرور کرسکتا ہے ایکدفعہ صاحب موصوف گھوڑے پر سوار کہیں چلے جاتے تھے اور مسٹر بارسلی[2] صاحب انکے ہمراہ تھے۔ ایک نالا ان دونوں صاحبوں کی راہ میں حائل ہو گیا۔ بارسلی صاحب جو گھوڑے کی سواری اچھی طرح جانتے تھے ایڑ مارتے ہی اُس کنارہ تھے۔ ینگ صاحب نے بھی کوشش کی۔ لیکن گھوڑے پر سے گر پڑے چوٹ کھائی۔ چاہئے تھا کہ وہ اِس ہمت ہار جاتے۔ سو بجنیہ پھر فوراً گھوڑے پر سوار ہوے اور نالے کو پھاند جانا چاہا لیکن پھر بھی گر پڑے۔ اسپر بھی اُنہوں نے ہمت نہ ہاری اور تیسری بار پھاند ہی گئے لوگوں کو یہ ایک چھوٹی سی بات معلوم ہوگی لیکن انہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے

---

[1] ڈاکٹر ینگ صاحب انگلستان کا مشہور حکیم تھا۔ فن طبابت میں ڈاکٹری کا خطاب حاصل کیا تھا ملک جرمنی کے کالجوں میں تحصیل علم کی تھی اِسنے کئی کتابیں بھی تصنیف کی ہیں ۱۷۷۳ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۲۹ء میں مرگیا۔

[2] مسٹر بارسلی صاحب اسکاٹلینڈ کے پادری تھے۔ دین عیسوی میں ایک نئے فرقہ کے موجد گذرے ہیں۔ فن مباحثہ میں کمال رکھتے تھے برسٹل اور کئی لنڈن کے مقاموں میں وعظ کہتے پھرے اور آخر ۱۸۰۹ء میں رحلت کرگئے۔

انسان کے اندرونی چال چلن کی کیفیت کُھل پڑتی ہے۔

اڈوبن صاحب مصور کہتے ہیں کہ میں نے کئی سال کی محنت میں پچاس عمدہ تصویریں بنائیں اور انھیں ایک بکس میں بند کر کے اپنے ایک دوست کے حوالہ کر دیا اور خود سفر کو چلا گیا۔ چلتے وقت میں نے اپنے اُس دوست پر اس کی حفاظت کی بڑی تاکید کر دی تھی۔ جب میں سفر سے واپس آیا اور اس بکس کو اُن سے لے کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہے نے اِن کُل تصویروں کو کُتر ڈالا ہے۔ اور اُس صندوق میں اپنے بچوں کے رکھنے کے لئے گھر بنایا ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہوا کہ میں پہلے تو متردد ہوا لیکن پھر دل میں سوچا کہ آخر ہوا کیا؟ میں اس سے کہیں عمدہ تصویریں بنا لوں گا۔ چنانچہ میں بخوشی اُس سے درگذرا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہوا اور خدا کے فضل سے اُس سے بھی عمدہ تصویریں بنالیں جس کسی کو ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی بات تھی اور صاحب موصوف نے کیسی ہمت اور دلیری کو راہ دی اور حقیقتاً صابر اور متحمل تھے۔

---

* اڈوبن صاحب۔ امریکہ کے مشہور مصور اور علم طیور سے پورے واقف تھے یہ دوبار انگلستان بھی گئے اور ہر جگہ ان کی قدر و منزلت ہوئی۔ اِنکی کتاب طیور کے حالات میں بہت بڑی ہے اور ایسی ہے کہ کبھی پہلے نہ لکھی گئی تھی ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۱ء میں شہر نیویارک میں مرگئے۔

لارڈ لائل صاحب انگلستان کے نامی مورخ اور حکیم نے بڑی جانفشانی سے ایک کتاب تصنیف کی اور اُس کتاب کا نام "فرانس کی بغاوت" رکھا۔ اِس کتاب کا ایک حصہ چھپ چکا تھا اور دوسرا حصہ چھپنے کو باقی تھا۔ اِس مسودہ کو اُن کے ایک دوست اُن سے لے گئے اور لے جا کر اپنے گھر میں کھڑکی پر رکھ دیا۔ اِن کے گھر کی ایک نئی ماما نے دیکھا اور اُسے پڑا دیکھ کر سمجھا کہ یہ ردی کا غذ ہے جلا دیا۔ جب یہ خبر لارڈ لائل صاحب کو پہونچی تو وہ سناٹے میں آ گئے۔ لیکن باستقلال تمام پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ اُس دوسرے حصے کو نئے سرے سے تمام کر ہی چھوڑا۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ناحق غصہ ہو کر پریشانی میں اُلجھا رہتا اور اُس سے وہ کتاب بھی تمام نہ ہوتی۔

دُنیا میں جن آدمیوں نے نئی نئی چیزیں نکالی ہیں اُنکے سوانح عمری پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت مستقل مزاج اور محنتی تھے۔

ف لارڈ لائل۔ انگلستان کا مشہور حکیم اور مورخ۔ جس کی تصانیف کا اثر انگلستان پر اتنا ہوا کہ کسی مُصنف سابق کا نہ ہوا تھا۔ اِس کی عبارت اِس کے مضامین عجیب نرالے طرز کے ہیں۔ ملک اسکاٹ لینڈ میں ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا اور کئی مہینے ہوے کہ قضا کی۔ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کوئین وکٹوریا کی جب اِس مُصنف نے ملاقات کی تو اس طرح باتیں کیں جس طرح کوئی آدمی کسی عامی شخص سے باتیں کرتا ہو۔ مگر ہماری ملکہ کو اسکا رنج نہ ہوا بلکہ خوش ہوئیں اِس شخص کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔

انسان کے اندرونی ماں جاپن کی کیفیت کھل پڑتی ہے۔

اڈوبن صاحب مصتور کہتے ہیں کہ میں نے کئی سال کی محنت میں پچاس عمدہ تصویریں بنائیں اور انھیں ایک بکس میں بند کر کے اپنے ایک دوست کے حوالہ کر دیا اور خود سفر کو چلا گیا۔ چلتے وقت میں نے اپنے اُس دوست پاس کی حفاظت کی بڑی تاکید کر دی تھی۔ جب میں سفر سے واپس آیا اور اِس بکس کو اُن سے لے کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہے نے اِن کُل تصویروں کو کُتر ڈالا ہے۔ اور اُس صندوق میں اپنے بچوں کے رکھنے کے لئے گھر بنایا ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہوا کہ میں پہلے تو متردد ہوا لیکن پھر دل میں سوچا کہ آخر ہوا کیا؟ میں اس سے کہیں عمدہ تصویریں بنا لوں گا۔ چنانچہ میں بخوشی اُس سے درگذرا اور پھر اپنے کام میں مشغول ہوا اور خدا کے فضل سے اُس سے بھی عمدہ تصویریں بنالیں جس کسی کو ایسا واقعہ پیش آیا ہوگا وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کتنی بڑی بات تھی اور صاحب موصوف نے کیسی ہمت اور دلیری کو راہ دی اور حقیقتاً صاحب اولوالعزم اور مستقل مزاج تھے۔

ف: اڈوبن صاحب۔ امریکہ کے مشہور مصوّر اور علم طیور سے پورے واقف تھے یہ دوبار انگلستان بھی گئے اور ہر جگہ ان کی قدر و منزلت ہوئی۔ اِنکی کتاب طیور کے حالات میں بہت بڑی ہے اور ایسی ہے کہ کبھی پہلے نہ لکھی گئی تھی ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۱ء میں شہر نیویارک میں مر گئے۔

لارڈ لائیل[1] صاحب انگلستان کے نامی مورخ اور حکیم نے بڑی جانفشانی سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کتاب کا نام "فرانس کی بغاوت" رکھا۔ اس کتاب کا ایک حصہ چھپ چکا تھا اور دوسرا حصہ چھپنے کو باقی تھا۔ اس مسودہ کو اُن کے ایک دوست اُن سے لے گئے اور لے جاکر اپنے گھر میں کھڑکی پر رکھ دیا۔ اِن کے گھر کی ایک نئی ماما نے دیکھا اور اُسے پڑا دیکھ کر سمجھا کہ یہ ردی کا غذ ہے جلا دیا۔ جب یہ خبر لارڈ لائیل صاحب کو پہونچی تو وہ سناٹے میں آگئے۔ لیکن باستقلال تمام پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ اُس دوسرے حصے کو نئے سرے سے تمام کر ہی چھوڑا۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ناحق غصہ ہو کر پریشانی میں اُلجھا رہتا اور اُس سے وہ کتاب بھی تمام نہ ہوتی۔

دُنیا میں جن آدمیوں نے نئی نئی چیزیں نکالی ہیں اُنکے سوانح عمری پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت مستقل مزاج اور محنتی تھے۔

---

[1] لارڈ لائیل۔ انگلستان کا مشہور حکیم اور مورخ۔ جس کی تصانیف کا شہرہ انگلستان پر اتنا ہوا کہ کسی مصنف سابق کا نہ ہوا تھا۔ اس کی عبارت اس کے مضامین عجیب نرالے طرز کے ہیں۔ ملک اسکاٹ لینڈ میں ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوا اور کئی مہینے ہوے کہ قضا کی۔ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کوئین وکٹوریا کی جب اِس مصنف نے ملاقات کی تو اس طرح باتیں کیں جس طرح کوئی آدمی کسی عالی شخص سے باتیں کرتا ہو۔ مگر ہماری ملکہ کو اسکا رنج نہ ہوا بلکہ خوش ہوئیں اس شخص کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔

تنقیح

اسٹیفنسن[۵۰] صاحب نے جب پندرہ برس تک لگاتار محنت کی تب ریل کی کل کو اس حالت تک پہونچایا کہ وہ لوہے کی سڑک پر چلنے لگی۔
جیمس[۵۱] واٹ ریل کی کل کو تکمیل پر پہونچانے کے لئے تیس برس تک محنت کرتے رہے سر[۵۲] والٹر اسکوٹ صاحب نے اتنی کتابیں تصنیف کی ہیں کہ آدمی انہیں برسوں پڑھا کرے تب بھی تمام نہ ہوں۔ یہ کرانی کا کام کرتے تھے۔ آفس کے معمولی وقت پر اُنہیں آفس جانا ضرور صرف صبح کو جتنی فرصت ملتی تھی اسی میں وہ کتابیں تصنیف کرتے تھے۔ آفس میں اُن کو فی صفحہ دو آنے ملتے تھے۔ یہ روزانہ ایک سو بیس صفحے نقل کرتے اور پندرہ روپے روزانہ پیدا کرتے تھے۔ اِنکا معمول تھا کہ جب

---

۵۰ اسٹیفنسن صاحب۔ انگلستان بلکہ سارے جہان کے بہی خواہوں میں سب سے اعلیٰ کا بہی خواہ اور ایک انجینیر تھا جسکی کوششوں سے انگلستان میں ریل گاڑی جاری ہوئی۔ اسکو اس بابت میں بہت مزاحمتیں پیش آئیں لیکن سب پر فتحیاب ہوا اور ۱۸۲۱ء میں اس نے ریل گاڑی جاری ہی کر دی۔ اس تجارت سے اسکو آخرش بہت نفع ہوا۔ ۱۷۸۱ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۴۸ء میں مر گیا۔

۵۱ جیمس واٹ صاحب انگلستان کا مشہور شخص اور علم جر ثقیل میں ماہر تھا اسکی کوشش اور سعی سے انجن اس قابل ہوا کہ ریل گاڑی کھینچے ۱۷۳۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۱۹ء میں مر گیا۔

۵۲ سر والٹر اسکاٹ صاحب۔ اسکاٹلینڈ کا مشہور مصنف اور شاعر تھا اس شخص کے ناول مشہور زمانہ ہیں ۱۷۷۱ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۸۳۲ء میں مر گیا۔

کسی دوست کا خط آتا تو اسکا جواب فوراً روانہ کرتے ہرگز دیر نہ کرتے
اسکاٹ صاحب نے اگرچہ بہت بڑی لیاقت حاصل کی تھی لیکن پھر بھی
اکثر کہا کرتے کہ میں اپنی جہالت سے بہت پشیمان ہوں ان کا یہ جملہ کچھ جھوٹا
اور معمولی انکسار کا جملہ نہ تھا۔ جن لوگوں کو اچھی لیاقت ہوتی ہے ان کو
فی الحقیقت ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ٹرنٹی کالج کے نامی پروفیسر کے
پاس جب اسکے شاگردوں نے جا کر کہا کہ خدا کے فضل سے ہم لوگوں کی تحصیل
ختم ہو گئی۔ تو پروفیسر نے کہا کہ بھائی! تم لوگوں کی تحصیل ختم ہو گئی ہو تو ہو گئی
ہو لیکن میری تحصیل تو ابھی شروع ہی ہوئی ہے۔

سقراط[1] کا یہ قول تھا کہ مجھے اتنے دنوں میں صرف یہی ایک بات معلوم
ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ "میں ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں کر سکا" سر اسحاق
نیوٹن نے کہا کہ "میں ابھی تک علم کے سمندر کے کنارے صرف کنکریاں
چن رہا ہوں"۔ غرض انسان کا غرور محض بیوقوفی اور جہالت سے ہوتا ہے
جان برٹن جنہوں نے عمارت کے علم میں بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف
کی ہیں۔ بہت ہی محنتی آدمی تھے۔ یہ شہر ولٹی مور کے ایک بہت ہی
ادنےٰ جھونپڑے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ نان بائی کا کام

[1] سقراط [illegible] یونان کا مشہور حکیم تھا۔ اس شخص کے فلسفے نے یونان کے زندگی کی کیفیت
ہی بدل دی۔ شہر ایتھنز میں ولادت ہوئی [illegible] زہر پلایا گیا تھا۔
مسیح سے ۳۹۹ برس قبل مر گیا۔

کرتے تھے۔ کالفاذ میں کھانا پینے کی وجہ سے اُن کے دل پر کچھ ایسا صدمہ
ہوا کہ دیوانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ چند روز بعد قضا کی۔ ان کے مرنے پر
جان برنین صاحب کے چچا نے ان کی پرورش کا بار اٹھایا۔ لڑکپن میں
انہوں نے کچھ بھی نہ پڑھا۔ صحبت بھی اچھی نہ ملی۔ ہوش سنبھالتے ہی انہیں
ان کے چچا نے برتن میں لاک کرنے بھرنے کے کام میں لگا دیا۔ جب ان کا
چچا بیمار ہو گیا اور ان کی پرداخت نہ کر سکا تو صرف بائیس روپیہ انکے حوالہ
کرکے اپنے گھر سے نکال دیا۔ سات برس تک یہ یوں ہی بھٹکتے پھرے
صدہا قسم کی مصیبتیں جھیلیں لیکن ان مصیبتوں میں انہوں نے پڑھنے کا
شغل ترک نہ کیا چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ "میں جس مکان میں رہتا تھا وہ نہایت
تاریک تھا اور مجکو ماہواری بارہ آنہ اُس کے کرایہ کے دینے پڑتے تھے۔
میں پلنگ پر لیٹا لیٹا کتابیں پڑھا کرتا اتنی وسعت نہ تھی کہ آگ روشن کرتا۔
اور اُس کی گرمی میں آرام سے کتابیں پڑھتا" یہ پاپیادہ باتھ شہر تشریف لیگئے
اور بورا باندھنے کے کام پر نوکر ہوئے لیکن تھوڑے دنوں بعد یہ نوکری بھی
چھوٹ گئی اور پورے مفلس گدا بن گئے نہ پاؤں میں جوتی اور نہ بدن میں
کرتا۔ چند روز کے بعد پھر انہیں لنڈن کے ایک تہ خانہ میں بورا باندھنے
کا کام ہاتھ لگا۔ انکو سات بجے صبح سے گیارہ بجے رات تک برابر تہ خانہ
میں کام کرنا پڑتا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر ان کی صحت میں خلل آگیا۔ غرض کام
چھوڑ دینا پڑا۔ چند روز کے بعد یہ ایک اشرفی کے ہاں سات روپے
ہفتہ وار پر کرائی مقرر ہوئے۔ لیکن وائے تیرا دل کہ ایسی ایسی مصیبتوں

۱؎ یعنی انجیل کا دستانے پر۔

میں بھی لکھنے کی مشق کبھی نہ چھوڑی تھی ۔ اِس نوکری کے بل جانے سے ان کو
کچھ فرصت بھی ملنے لگی ۔ اب اُنھوں نے کتابوں کا مطالعہ بھی شروع کیا ۔
اور بہت عمدہ لیاقت حاصل کرلی ۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرے
آفس میں دس روپے ہفتہ واری پر نوکر ہو گئے ۔ جب ان کی عمر اٹھائیس برس
کی تھی ۔ اُسوقت ایک کتاب "احوالات پیزیرو" نام تصنیف کی اور اِس
زمانے سے لیکر پچپن برس کی عمر تک برابر کتابیں تصنیف کرتے رہے ۔ اِن کی
تصانیف کی تعداد قریب ستاسی کتابوں کے ہے ۔

اِن کی ایک کتاب جس میں انگلستان کی پرانی عمارتوں کے حالات درج
ہیں بہت بڑی کتاب چودہ جلدوں میں ہے جو شخص اِس کتاب کو دیکھتا ہے
اُسکے دل میں اِن کی عظمت پیدا ہوتی ہے ۔

سیموئیل ڈرو صاحب کے حالات بھی عجیب و غریب ہیں ۔
ان کا باپ بہت ہی محنتی مزدور تھا ۔ اگرچہ اُس کو اتنی وسعت نہ تھی لیکن
اِسپر بھی اپنے اوپر تکلیف گوارا کرکے انہیں اور ان کے ایک اور بھائی کو ایک
ایسے اسکول میں داخل کیا جسمیں فی ہفتہ آٹھ پائی فیس کی دینی پڑتی تھی ۔
ان دو لڑکوں میں سے بڑا لڑکا جسکا نام جابیز تھا خوب جی لگا کر پڑھتا
لیکن ڈرو صاحب تو محض نکمے اور شریر تھے جو کچھ ان کی ماں نے انہیں
لکھایا پڑھایا تھا وہی تو اُنھوں نے سیکھا باقی اسکول میں کچھ بھی حاصل
نہ کیا ۔ سوائے شرارت اور کھیل کے ان کو کوئی دوسرا شغل نہ تھا
جب یہ لڑکا آٹھ برس کا ہوا تو مزدوری کرنے لگا اور روزانہ چار پیسے

کما لاتا۔ ماں کے مرجانے کے بعد تو اسے اور بھی آزادی ملی۔ خوب چھوٹ
کھیلا۔ جب دس برس کا ہوا تو اس کے باپ نے اسے ایک موچی کے
ہاں کام سیکھنے کے لئے بٹھلا دیا۔ یہاں اس لڑکے نے بہت تکلیفیں
اٹھائیں چنانچہ وہ خود لکھتا ہے کہ جس طرح خندقوں میں مینڈک
رہتے ہیں اسی طرح میں وہاں رہتا تھا۔ اس لڑکے کی عادت تھی
کہ باتوں باتوں میں بڑے بڑے لوگوں کو لڑا دیتا۔ چوری اور شرارت کے کام میں
سب شہری لڑکوں کا سردار بنا رہتا۔ جب یہ تیرہ برس کا ہوا تو موچی کے
ہاں سے بھاگ نکلا اور دوسرے شہر میں ایک موچی کے یہاں نوکر ہوا
اسکا بھائی اس شہر میں رہتا تھا وہاں پہنچا اور جب وہ بھاگ گیا [illegible] سے آیا
گھر ہو چلا۔ ایک گھر کا پیادہ سفر کیا اور اسکے بعد پلائی ماؤتھ شہر میں
موچی کا کام کرنے لگا۔ اس شہر میں کشتی [illegible] ایک بار [illegible] کھیلنے میں
انعام بھی پایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن میں اسے اچھی
مہارت حاصل تھی۔ انگلستان میں جو اسباب غیر ملکوں سے جہاز میں
آیا کرتے تھے اُن کے اُتارنے میں جہاز والوں کو سرکاری ٹیکس دینا پڑتا
ہے لیکن اکثر دغاباز تاجر محصول سے بچ جانے کے لئے بدمعاشی سے
مال اتروالیا کرتے۔ تیموتھیل ڈرو صاحب اس طرح سے مال اُتارنے میں
بڑے چالاک اور ہوشیار تھے۔ ایک دفعہ صاحب موصوف آدھی رات کو
ایک چھوٹی سی ڈینگی پر سوار ہو کر بھاگ پڑے خود مال اُتارنے گئے۔ اتفاق
سے طوفان نے انہیں آگھیرا۔ ڈرو کے ساتھیوں نے بہتیرا ہاتھ

پاؤں مارا لیکن ڈونگی کو کنارہ تک نہ پہونچا سکے اور کشتی سمندر میں الٹ ہی
گئی۔ نذیر صاحب کے ساتھی سب سیدھے ملک بقا کو سدھارے لیکن یہ
مرتے مرتے کسی طرح بچ گئے اور کنارہ پر جا لگے۔ کنارہ پر پہونچتے ہی بیہوش
ہو کر گر پڑے اور رات بھر وہیں پڑے رہے۔ دن کو لوگوں نے انہیں اٹھا
ہسپتال لے گئے۔ بارے علاج معالجے سے ان کے مردہ جسم میں گویا
جان آگئی۔

جس شخص نے نذیر صاحب کی ان باتوں کو پڑھا ہے وہ سمجھ سکتا ہے
کہ اس درجہ بگڑ چکے تھے۔ لیکن خیالات کے بدل جانے سے اور کوشش
وہمت سے (اگر خدا کا فضل معاون ہو تو) انسان کہاں تک بدل سکتا ہے
یہ بھی ان کے حالات سے ظاہر ہے کہ یہی نذیر صاحب ایک نامی واعظ اور بہت
بڑے مصنف ہو کر مرے۔

موت کے پنجے سے اس طرح چھوٹ جانے کے بعد نذیر صاحب کی
طبیعت کچھ ایسی بدلی کہ ہمیشہ خاموش رہتے اور ہر وقت دل ہی دل میں
کچھ سوچتے رہتے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کے بھائی نے بھی قضا کی
ان سب واقعات نے ان کے دل پر کچھ ایسا اثر پیدا کیا اور دنیا کی بےثباتی
اور لہو ولعب میں مشغول رہنے کی برائی کچھ ایسے اچھے طور سے ان کے
سمجھ میں آگئی کہ یہ بالکل ہی بدل گئے۔ نئے سرے سے تحصیل علوم کا
شوق ان کے دل میں پیدا ہوا۔ لیکن اتنے دنوں کی غفلت نے اگلا لکھا
پڑھا سب کچھ بھلا دیا تھا۔ حرف کے نام تک بھی یاد نہ تھا نہ لکھنے کی

حالت یہ تھی کہ انکے ایک دوست نے انکے لکھنے پر یہ پھبتی کہی ہے کہ ڈرو صاحب کا لکھنا اور مکڑی کے پاؤں میں سیاہی لگا کر کاغذ پر رینگنا دونوں برابر ہیں۔

ڈرو صاحب خود اپنا حال لکھتے ہیں کہ جوں جوں میں پڑھتا ہوں۔ مجھ پر میری جہالت کھلتی جاتی ہے اور تحصیل علوم کی خواہش تیز ہوتی جاتی ہے فرصت کے ہر لحظہ کو میں نے تحصیل علوم میں صرف کیا چونکہ مجھے اپنی ہی محنت سے روٹی پیدا کرنی پڑتی تھی اسلئے مجھے تحصیل علم میں بہت کم وقت صرف کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔ میرا اکثر یہ دستور تھا کہ کھاتا جاتا اور پڑھتا جاتا جب میں نے لاک صاحب کی وہ تحریر جو انہوں نے عقل کے بارے میں لکھی ہے پڑھی تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ کل پست خیالات میرے دل سے دور ہوگئے گویا میں دوسرا آدمی ہوگیا۔ ڈرو صاحب نے صرف سات روپے سے کارخانہ شروع کیا۔ اب چونکہ ان پر لوگوں کو اعتماد ہونے لگا تھا اسلئے انہیں ایک سوداگر نے کچھ روپے قرض دیئے اس قرض کو انہوں نے فوراً ہی ادا کر دیا اور دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ پھر کبھی کسی سے قرض نہ لونگا چنانچہ ان کو بڑی بڑی تکلیفیں پیش آئیں لیکن یہ نیک مرد اپنے اس نیک ارادہ سے نہ ڈگا پر نہ ٹوٹا۔ صاحب موصوف نے ارادہ کر لیا تھا کہ آزادی محنت اور کفایت بس انہیں تین ذریعوں سے روپیہ حاصل کرونگا۔ چنانچہ خدا نے ان کی مدد کی اور وہ اپنے اس نیک ارادہ میں کامیاب ہوئے۔

اگرچہ ان کو اپنی اوقات بسری کے لئے سخت محنت کرنی پڑتی تھی لیکن پھر

بھی اتنا وقت ضرور نکال لیتے تھے کہ علم ریاضی - تواریخ - فلسفہ ایسے ایسے علوم کو حاصل کریں -

دوکانداری اور تحصیل علوم کے علاوہ صاحب نے لوگوں کو وعظ کہنا بھی شروع کیا - پولیٹیکل امورات پر بھی بحث کرنے لگے - اکثر بڑے بڑے عقلا انکی دوکان پر ان سے بحث کرنے آتے اور اکثر ان کو بھی اُن لوگوں کے یہاں جانا پڑتا - اس سے ان کا بڑا حرج ہونے لگا اکثر انکو آدھی رات تک کام کرنا پڑتا - ایک دن کا تذکرہ ہے کہ یہ اپنی کوٹھری میں بیٹھے کوئی کام کر رہے تھے کہ ایک لڑکا کھڑکی کے پاس آکر بولا - "ارے چمار! ارے چمار دن بھر تو دوسرے پوچھتا ہے اور رات کو کام کرتا ہے" !! انہوں نے نہایت نرمی سے جواب دیا "سچ بھائی سچ - انشا اللہ اب ایسا نہ کروں گا"۔ فرنکلن صاحب رقم ہیں کہ اُس لڑکے کا یہ کہنا مجھے بالکل منجانب اللہ معلوم ہوا - چنانچہ میں نے آج کے کام کو کل پر اٹھا رکھنے کی عادت مطلق ترک کر دی"!

انہوں نے شادی کر کے امریکہ چلے جانے کا ارادہ کیا پہلے پہل انمیں اشعار تصنیف کرنے کا شوق ہوا تھا اور ابھی تک جو اشعار انکی تصنیفات میں موجود ہیں اُن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ فرنکلن صاحب کے نام میں بنائی نے ثبات بہت زور آور طور سے ثابت ہو گئی تھی - انہوں نے کئی کتب تصنیف کی ہیں اُس میں سے ایک کا نام "روح کا جسم اور لازوال ہونا" ہے - یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے اور لوگ ابھی تک اسکی قدر کرتے ہیں انہوں نے اس کتاب کو صرف دو سو روپے پر ایک تاجر کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا اور دل

میں خیال کیا تھا کہ میں بہت نقصان میں رہا لیکن اس وقت ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ
اسی کتاب سے کتب فروشوں نے لاکھوں روپے پیدا کئے۔ شہرت نے
ان کے دل کو مغرور نہیں بنایا تھا اکثر وہ اپنے مکان کے سامنے سڑک پر
جھاڑو دیا کرتے اور وہاں سے کوڑا خود اٹھا اپنے ہاتھ سے ان میں رکھنے کے
لئے گھر لے جاتے ایک زمانے کے ایک معزز دوست نے ان سے کہا کہ
"یہ کام آپ کی شان کے خلاف ہے" انھوں نے جواب دیا کہ "جس شخص کو
کوڑا پھینکنے میں شرم نہ آئی اس کو اٹھاتے ہوئے بھی شرم آنی چاہئے"
ڈاکٹر جیمک صاحب نے ان کو کتابوں کے تصنیف کرنے اور ایک ماہواری
رسالہ نکالنے میں مدد کرنے کے لئے نوکر رکھا۔ اس زمانہ میں انہوں نے بڑی
ترقیاں کیں چنانچہ وہ خود راقم ہیں۔ "یہ ایک بہت ہی سچی صداقت ہے
سربلند ہوا۔ برابر میری یہی کوشش رہی کہ سب سے عزیز و قابل عزت
پاؤں اور عزیز بنوں۔ اس میں ایمانداری۔ محنت۔ کفایت شعاری اور
خوف خدا حاصل ہوا۔ الحمد للہ کہ خدا میری کوشش سے خوش ہوا اور
اس نے میری خواہشوں کو پورا کیا۔"

جیوم صاحب کے حالات بھی غور کے قابل ہیں۔ ان کی لڑکپن
ہی میں ان کے والد نے وفات پائی تھی۔ ان کی ماں نے شہر ... میں
ایک دوکان کھولی اور جیوم صاحب کو ایک لڑکے کے پاس حساب سیکھنے
کو بٹھلا دیا۔ صاحب نے طبیعت کو خوب ہی لگا کر سیکھا اور سند بھی
حاصل کی۔ پیچھے ۱۸۱۵ء میں جنرل پاول کے ساتھ کام کرنے لگے جن

دونوں مرہٹوں اور سرکار انگلشیہ کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی ان دونوں سرکار کو ایک مترجم کی ضرورت ہوئی صاحب موصوف اس کام پر مقرر ہو گئے ہندوستان میں آ کر انھوں نے یہاں کی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ پھر یہ فوج میں صاحب کے کارخانہ کے سردار مقرر ہوئے۔ ان سب کاموں کو انجام دینے کے بعد بھی ان کو فرصت مل رہتی تھی کہ وہ حیران تھے کہ کون سا کام کریں۔ چنانچہ دو کام اور بھی انکے ہاتھ لگے یعنی وہ پوسٹ ماسٹر (ڈاک خانہ کے منتظم) اور پے ماسٹر (تقسیم مشاہرہ کے منتظم) بھی مقرر ہوئے کمسریٹ کا انتظام بھی انہیں کے سپرد ہوا اس سے انہیں بہت نفع ہوا اور دس برس کے بعد اپنے وطن انگلستان بہت دولت لیکر واپس گئے انگلستان پہنچتے ہی صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے کل رشتہ داروں اور عزیزوں کے لئے ایک معقول بندوبست کر دیا۔

ہیوم صاحب کچھ اپنے خود غرض اور نفس کے بندے تو تھے نہیں کہ دولت مند ہو جانے کے بعد محض آرام طلبی میں زندگی بسر کرتے ان کے دل میں اپنے ہم وطنوں اور دوسرے ملک کے رہنے والوں کے حالات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی۔ غرض سیاحی کرنے لگے۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں جب سفر سے واپس آئے تو پارلیمنٹ کے ممبر مقرر ہوئے اور چوبیس برس تک اس عہدہ کو انجام دیتے رہے۔ جب پارلیمنٹ میں کوئی ایسی بات پیش ہوتی جس میں خلائق کی بھلائی متصور ہو تو یہ ضرور اس میں پوری کوشش کرتے اور جس بات کے پیچھے پڑتے اس میں اپنی پوری لیاقت کا استعمال

کرتے - یہ کچھ فصیح البیان نہ تھے لیکن بہت صاف سلیس اور مدلل بولتے تھے - شیفسٹری صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں اگر یہی لوگوں کے چڑانے اور خلاف باتوں کے کہنے سے ناخوش نہیں ہوتا تو وہ مسٹر ہیوم صاحب تھا اکثر پارلیمنٹ میں غالب رائیں انکے خلاف میں ہوتیں لیکن اسوقت بھی انکی باتوں کا اثر ضرور رہتا - اگرچہ لوگ ان پر ضحک کیا کرتے اور اکثر کل رائے بھی ان کی رائے کے خلاف ہو جاتی اور کبھی مباحثہ میں وہ اکیلے ایک جانب رہتے لیکن وہ اپنے کام میں برابر مستقل مزاج رہے اور کبھی ہمت نہ ہاری - اور نہ اپنی امید ہاتھ سے دی ❖

باب (۴)

کاروباری آدمی

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند — تا تو نانی بکف آری و بغفلت نخوری
کار سرکن ای فلان غنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے "جو شخص اپنے کاروبار میں محنتی ہے اسے دیکھنا وہ بادشاہ وقت کی بغل میں کھڑا ہوگا۔

کاروبار میں ترقی کے لئے بھی محنت اور استقلال کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی تحصیل علوم میں۔ یونانیوں کا مقولہ ہے "کاروبار میں ترقی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ مادہ۔ محنت اور تجربہ۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اتفاقات سے کوئی شخص گھر بیٹھے مالا مال ہو جائے لیکن جس طرح وہ دولت جو قمار بازی کے ذریعے ہاتھ لگتی ہے انسان کے حق میں مضر ہوتی ہے ویسے ہی وہ روپے جو کسی اتفاقی سبب سے ہاتھ لگ جاتے ہیں سم قاتل ہوتے ہیں۔

لارڈ بیکن[1] اسی لئے لکھتے ہیں کہ نزدیک والا راستہ اکثر گندہ اور بند ہو جاتا ہے - اگر آدمی آرام سے جانا چاہے تو اُسے لازم ہے کہ صاف رستہ پائے اگرچہ اس میں وہ اپنی منزل پر دیر ہی کو کیوں نہ پہونچے کیونکہ تاخیر میں بظاہر تکلیف ہے لیکن اصلی خوشی اور عمدہ نتیجہ کامل بہتری ' وہ ترقی بالکل نقصان ہی ہے

ہر نوجوان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اسکی خوشی و ترقی خود اسی پر اور اسکی کوشش پر منحصر ہے - نوجوان کو اس بات کے سوا اور کسی بات پر کان نہیں رکھنا چاہئے کہ تم کو آپ اپنے چلنے کے لئے راہ بنانی ہے - تمہارا ناموری یا پامال کرنا تم ہی پر منحصر ہے -

ہیزلٹ[2] صاحب کیا غلط کہتے ہیں کہ کاروباری آدمی کی ٹھیک مثال ایک ایسے گھوڑے کی سی ہے جو دن رات گاڑی میں جتا رہتا ہے - اسکا بہت بڑے سے بڑا کام بھی بس اتنا ہی ہے کہ جس لکیر پر چلتے ہیں اُس سے الگ نہ ہوں بہت بڑے سے بڑے انتظام کے لئے بس صرف اسیقدر درکار ہے کہ آدمی ہر قسم کے تصورات اور خیالات کو چھوڑ کر صرف نفع اور ضرر کی

---

۱ لارڈ بیکن انگلستان کا مشہور حکیم اور نامی مصنف تھا وہ فلسفہ جسکا اصول تجربہ ہے اسکی ایجاد ہے - کل یورپ اسکو اس فلسفہ کا موجد قبول کرتا ہے بہت سے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہا - ۱۵۶۱ء میں پیدا ہوا ۱۶۲۶ء میں مرگیا

۲ ہیزلٹ انگلستان کے ایک موحد عیسائی کا لڑکا تھا اسنے اپنی تمام عمر تحصیل علم اور کتابوں کے تصنیف کرنے میں صرف کی - بہت بڑا نامی مصنف تھا ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۰ء میں مرگیا-

طرف متوجہ رہے"

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس تعریف سے بڑھ کر اور کوئی غلط تعریف نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس میں بھی شبہ نہیں کہ کثر کاروباری بھی پست خیال کے آدمی ہیں۔ لیکن عالموں۔ قانون دانوں اور مصنفوں میں بھی تو بہتیرے پست خیال ہوتے ہیں

برک[1] صاحب نے کیا خوب لکھا ہے کہ میں نے تاجروں اور سوداگروں میں ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو منتظمان سلطنت کی طرح کارروائی کرتے ہیں۔

ہر بڑے کارخانہ کے ثبات کے لئے یہ ضرورت ہے کہ اُس کے منتظم کو اپنی لیاقت ہو تو ہو کر وہ اُس کارخانے کے کام کو مستعدی سے انجام دے سکے اپنے ماتحتوں کی تعداد کثیر پر ہر دم نگراں رہے فطرت اور جبلت انسانی سے خوب آگاہ ہو۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکے۔ اپنی تعلیم آپ کرنے پر ہر وقت مستعد اور آمادہ رہے۔ بیشک کاروبار کا سلسلہ کچھ ایسا پھوہڑ کا سلسلہ نہیں ہے جیسا بہتیرے مصنف خیال کرتے ہیں مگر ہاں جس طرح دُنیا میں اعلےٰ درجہ کے نیکوں بھلے آدمیوں۔ شاعروں۔ اولیا اور شہیدوں کی تعداد کم ہے۔ اُسیطرح بہت اچھے منتظم اور کاروباری آدمیوں کی تعداد

---

[1] برک۔ انگلستان کا نامی فصیح البیان مصنف جس کی تحریر و تقریر مقبول عزیز ہے بمقام ڈبلن میں ۱۷۳۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۷ء میں مر گیا۔

بھی بہت کرتے ہے۔

کم فہموں کی ہمیشہ یہ غلطی رہی ہے کہ عاقل اور ذہین لوگ کاروبار کے انتظام کے لائق نہیں ہوتے بلکہ کاروبار انسان کو غبی اور کند ذہن اور مخبوط الحواس بنا دیتا ہے۔" مگر یہ اُن کی نری کج فہمی ہے۔ حقیقت میں کوئی پیشہ انسان کو ذلیل نہیں کرتا بلکہ انسان خود پیشوں کو ذلیل کرتا ہے جتنے ایسے پیشے ہیں جن میں ایمان داری اور دیانت داری سے روپے حاصل کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب معزز ہیں۔ خواہ انسان اُن میں اپنے دل سے کام لے خواہ ہاتھ سے۔ ہاتھ میلا ہو جائے تو ہونے دے۔ لیکن دل کو میلا ہونا نہیں چاہئے۔ کیونکہ مادی چیزیں انسان کے جسم کو اسقدر سیاہ نہیں کرسکتیں جسقدر بری خصلتیں اُسکے قلب و روح کو۔ ہاتھ کی سیاہی بہت آسانی سے زائل ہو جاتی ہے مگر دل کی سیاہی تو خدا ہی کے دھوئے تو دھل سکتی ہے۔

تواریخ شاہد ہے کہ بہت بڑے بڑے آدمی مختلف پیشے اور کاروبار بھی کرتے تھے اور باہمہ اپنے اعلےٰ درجہ کے کاموں میں بھی مشغول اور مصروف رہتے تھے۔ سولن[1] ملک اتھنس کا بانی اور نامی حکیم

---

[1] سولن یونان کا مقنن اور مشہور عاقل تھا اِسنے یونان پر ایک زمانہ تک بہت عادلانہ طور سے حکمرانی کی تھی ۶۳۸ برس قبل سن عیسوی کے پیدا ہوا تھا اور ۵۵۹ برس قبل سنہ عیسوی کے مر گیا۔

اور تھیلیز[ے] یہ دونوں صاحب بایں ہمہ لیاقت مندی تاجر پیشہ تھے ۔
افلاطون تیل بیچ بیچ کر اپنی زندگی بسر کرتا ۔ شیکسپیر ایک تھیئٹر کا منیجر
تھا ۔ چوسر[شہ] پہلے ایک سپاہی پھر ٹیکس کا کلکٹر پھر جنگلوں کا انسپکٹر تھا
اسپنسر[تہ] لارڈ ڈپیوٹی آیرلینڈ کا سکرٹری اور بڑا محنتی آدمی تھا ۔
ملٹن[ٹہ] پہلے تو ایک اسکول کا ماسٹر تھا ۔ اس کے بعد گورنمنٹ کا سکرٹری
مقرر ہوا ۔ اس کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بڑا کارگزار اور محنتی تھا
نیوٹن ٹکسال گھر کا منتظم تھا بلکہ سنہ ۱۶۹۴ء کا سکہ نیا اسی کے اہتمام سے
جاری ہوا تھا کوپر[ثہ] کو اس بات کا بڑا فخر تھا کہ میں ایک بڑا کاروباری
اور محنتی آدمی ہوں ۔

ے تھیلیز ملک یونان کا نامی علیم فیثاغورث حکیم کا دوست اور یونانی فلسفہ کا موجد یہ ایک بہت بڑا شخص گذرا ہے ۶۴۰ برس قبل سنہ عیسوی کے پیدا ہوا تھا اور ۵۴۸ برس قبل سنہ عیسوی کے مر گیا۔

شہ چوسر ۔۔۔ انگریزی شاعری کا موجد گذرا ہے شہر لندن میں سنہ ۱۳۲۸ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۴۰۰ء میں مر گیا۔

تہ اسپنسر انگلستان کا نامی شاعر لندن میں ۱۵۵۳ء میں پیدا ہوا اور لندن ہی میں ۱۵۹۹ء میں مر گیا۔

ٹہ ملٹن انگلستان کا بہت ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر جس کی کتابیں مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں سنہ ۱۶۰۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۷۴ء میں مر گیا۔

ثہ کوپر مشہور شاعر ۱۷۳۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۰۰ء میں مر گیا اس کے اشعار انگلستان کی درسی کتابوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔

ورڈس[۱] ورتھ تمسخر بانا کرتا تھا اور سر والٹر[۲] اسکاٹ کرائی تھا۔
یہ سب کچھ ایسے معمولی لوگ نہ تھے علم وفضل میں کامل انکی دانائی اورحکمت کا شہرہ آج سارے جہان میں ہے۔

میں اب بھی دیکھتا ہوں کہ جو بڑے عقیل اور دانا ہیں روزگار ہیں وہ ضرور کام کرنے والے اور محنتی ہیں گروٹ[۳] صاحب جنہوں نے ایک مشہور کتاب "تواریخ یونان" لکھی ہے۔ لنڈن کے بنک گھر کے منتظم ہیں جان[۴] اسٹوارٹ مل صاحب ایسٹ انڈیا کمپنی کے آفس میں حساب و کتاب کے جانچنے کو مقرر ہیں۔ ان سب کی کل تعریفیں جو زبان زد خلایق ہیں اس وجہ سے نہیں کہ یہ لوگ بڑے عالی خیال کے آدمی ہیں بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ اُنہوں نے اپنے ہاتھ کے کاموں کو بخوبی انجام دیا۔

عملی محنت جب عقلمندی اور جوش سے کی جائیگی تو ضرور ہمیشہ اپنا اثر پیدا کریگی۔ اِس کی بدولت انسان آگے چلتا ہے اور اُس کی ترقی ہوتی ہے اگرچہ یہ مسلم ہے کہ ہر کوئی یکساں ترقی نہیں کرسکتا لیکن پھر بھی لیاقت کے

---

۱ ورڈس ورتھ۔ انگلستان کا مشہور شاعر ۱۷۷۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۰ء میں مرگیا۔

۲ سر والٹر اسکاٹ۔ دیکھو صفحہ ۵۔

۳ گروٹ انگریزی مورخ تھا۔ اِس کی کتاب "تاریخ یونان" مشہور ہے ۱۷۹۴ء میں پیدا ہوا۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۴ جان اسٹوارٹ مل صاحب۔ دیکھو صفحہ ۔

۴ [illegible] شیں [illegible] بعد [illegible]
اپنی [illegible] مارکوئیس ڈی اسپائی نولا نے سر ہوریس
سے پوچھا کہ تمہارا بھائی کیوں مر گیا۔ سر ہوریس نے جواب دیا۔ اس
وجہ سے کہ ان کے پاس کام کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ صاحب نے پھر
ایک آہ سرد کھینچی اور متعجب ہو کر کہا۔ کیا یہ ہمارے ایک ایک جنرل کے
مار ڈالنے کے لئے کافی نہیں ہے"۔

اکثر لوگ جو سستی کرتے اور کام دھندا میں کامیاب نہیں ہوتے زمانہ کی شکایت
کیا کرتے ہیں لارڈ ڈڈلی صاحب لکھتے ہیں "مجھ کو سخت محنت سے بڑی
نفرت ہے"۔ [illegible] اگر صاحب موصوف محنت سے متنفر نہ ہوتے تو ان کی یہ
نوبت نہ پہونچتی کہ کام کو بڑھاپے میں کرنے لگے اور بجائے خواہ اُن کے اوقات [illegible]
وہ ہر چند ہاتھ ملتے پچھتاتے۔

بعض اپنے کو بدقسمت سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں "فلک کج باز میرے
سراسر مخالف ہے" یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ایسے ہی حضرت
کو کہتے سنا کہ "گر میں ٹوپی بنا کر بیچنے لگوں تو شاید دنیا میں کل آدمی بے سر
کے پیدا ہونے لگیں"۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایسے
لوگ عموماً اپنی ہی غفلت۔ بدانتظامی۔ فضول خرچی اور کاہلی کے نتیجے
بھگت رہے ہیں۔

ؒ مارکوئیس ڈی اسپائی نولا ملک اطالیہ کا مشہور جنرل جنوا شہر میں ۱۵۶۹ء میں پیدا ہوا اور
۱۶۳۰ء میں مر گیا۔

مستعدی اور چستی کی ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس کے بغیر بڑی لیاقت اور
قابلیت بھی بیکار ہے - بھونکنے والا کتا - سوتے رہنے والے شیر سے بہتر
کہیں زیادہ مفید ہے -

توجہ - محنت - چستی - خوش سلیقگی - وقت کا دھیان - چستی - یہ
سب کی سب ضروری ہیں ترقی کے لئے ضروری صفتیں ہیں - ہاں میں
مانتا ہوں کہ یہ چھوٹی چھوٹی گراں قدر اور پاکیزہ صفتیں عموماً ہم لوگوں کی نظر
میں بہت ہی ہیچ اور ادنیٰ معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقتاً انسان کی ترقی اور
راحت کے لئے یہ ضروری اسباب ہیں - یہی وہ چھوٹے چھوٹے اوصاف
ہیں جو بار بار برتے جانے سے آخرش انسان کی طبیعت اور عادت
ہو جاتے ہیں - ایک فرد کیوں بلکہ قوم کی قوم کا چلن بھی ایسے ہی چھوٹے
چھوٹے جزوں سے مرکب ہوتا ہے - تواریخ کو بہ نظر تعمق دیکھو! اور
ہر قوم کی تباہی کی حالت پر غور کرو تو تمہیں پتہ لگے گا کہ انہیں چھوٹی چھوٹی
صفتوں کو نہ پہچاننے سے اُن کی کشتیاں ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی ہیں - کچھ نہ کچھ
کام اس دارالعمل میں ہر انسان کو ضرور کرنا ہی ہے اس لئے لازم ہے
کہ ہر کوئی کسی نہ کسی کام کے کرنے کی لیاقت پیدا کرے خواہ وہ انتظام
خانہ داری سے متعلق ہو خواہ تجارت کے کارخانہ کو چلانا - خواہ سلطنت کا انتظام
کیا - یہ سب ہی کام کام ہیں -

چند آدمیوں کے حالات جو جا بجا اس کتاب میں بیان ہو چکے
ان سے ظاہر ہو گیا کہ ترقی کے لئے محنت کس قدر ضروری شے ہے - اس لئے

کام کو بھی پوری محنت سے انجام دیتے تھے۔ جب وہ [illegible] کے ہو گئے
وزیر اعظم ہو گئے تو [illegible] سے کسی نے اُن کے بچپن [illegible] کی بابت [illegible]
انہوں نے کہا [illegible] خوش خو بیٹھا رہتا اور بچوں کی طرح حرف شکایت زبان پر نہ
لایا - پھر محنت کیا کرتا نہیں کرتا ہے - تھوڑے ہی دنوں میں وہ خوش خو بن
ہو گئے - انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان دینے سے انہوں نے اتنی
شہرت حاصل کی

کامیابی [illegible] خوش سلیقگی [illegible] - -
اس کی بدولت [illegible] کام آسانی سے [illegible] خوش [illegible]
گویا [illegible] چیزوں [illegible] ٹھیک [illegible] - اچھی [illegible]
[illegible] وں سے [illegible] کسی [illegible] کو [illegible]
رہنے کی بہت ہی آسان ترکیب یہ ہے کہ ہر ایک کام کو اُسی کے وقت
میں کر ڈالیں - دوسرے وقت کے لئے اٹھا نہ رکھیں **سیسل** صاحب کی
عادت تھی کہ کبھی کسی کام کو ادھورا نہیں چھوڑتے تھے کبھی ایسا نہیں کرتے
کہ میاں! اسوقت رہنے دو کسی دوسرے وقت کرلیں گے - انہیں کبھی ایسا
بھی اتفاق ہوا ہے کہ کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور وہ کسی کام کو پورا کرنے کی
کوشش کر رہے ہیں - آخر جب اُس کام کو پورا کر چکے تو کھانے کو بیٹھے -

ڈی وٹ صاحب کی بھی یہی رائے ہے کہ ہر ایک کام کو اُسی کے وقت

---

[1] ڈی وٹ صاحب قوم کے ڈچ ایک نامی سپہ سالار گذرے ہیں ۱۶۷۲ء میں انکو باغیوں
نے قتل کر ڈالا تھا -

انتظام خود نہ کر سکا حالانکہ میری زمینداری اُس سے اچھی تھی مگر میں پریشان تھا خرچ آمدنی سے کہیں زیادہ تھا مجبور نصف تو بیچ ڈالی اور نصف کا تیسرے ساتھ بندوبست کیا۔ کچھ سمجھ کو اُسی نصف میں تنا نفع کہاں سے ہو گیا کہ دو ہزار روپے سالانہ ریٹ پر اب اتنی لیاقت پیدا ہو گئی کہ اس زمین کی خریداری کی خواہش رکھتا ہے؟ کسان نے جواب دیا۔ صاحب! بس فرق اتنا ہے کہ آپ نے زمینداری کو کہا کہ "جا" اور میں نے اسے کہا کہ "آ" آپ چپ چاپ اپنے آرام کے خیال میں بیٹھے رہے اور چیزیں برباد ہوتی رہیں۔ اور میں سویرے اُٹھا اور اپنے کام پر آپ نگران رہا۔

سروالٹر اسکاٹ نے ایک نوجوان کو خط لکھا تھا کہ بھائی! اپنے وقت کو کبھی رایگاں نہ کرنا۔ جو کام کرنا ہو اسے فوراً ہی کر لینا چاہئے اپنے کام سے فرصت پا چکنے کے بعد چین و آرام کرنا چاہئے اور پہلے ہی سے آرام اور تن آسانی کے خیال میں پڑے رہنا اُس کام سے دست بردار ہونا ہے اور نتیجہ دست افسوس ملنا اور سر پیٹنا ہے۔ تم نے سپاہیوں کی رجمنٹ کو روانہ ہوتے تو دیکھا ہوگا۔ دیکھو! اگر پہلی صف اچھی طرح نہیں چلتی ہے تو ضرور پچھلی صف والے پریشان اور ابتر ہو ہی جاتے ہیں۔ انکا آگے بڑھنا ان کی تیزی۔ اُس اگلی صف کے قدم بڑھانے اور اُسکی تیزی پر موقوف ہے بس ٹھیک یہی حال کاروبار کا ہے۔ اگر ہاتھ کا کام فوراً جلدی جلدی اور اچھی طرح یکے بعد دیگرے نہیں کیا جائے تو پھر آخر کاموں کا ہجوم ہو جاتا ہے اور سب ملکر دباؤ اشتہیج کرتے ہیں۔ اور پریشانی کا مقابلہ

انسان کا دماغ تو نہیں کر سکتا۔

وقت کی پوری قدر کرنے سے انسان چستی کے ساتھ ہر کام کو وقت پر کرتا ہے۔ ملک اطالیہ کا ایک حکیم وقت کو اپنی جائداد کہتا ہے اُسکا قول ہے " یہ وقت ایک ایسی جائداد ہے جس میں بغیر محنت و تلاش کئے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر پوری کوشش کی جاتی ہے تو بھی کسی کو بے پھل نہیں رہنے دیتی اور اگر یہ بیکار چھوڑ دی جاوے تو اس میں سوائے کانٹوں اور بیکار درختوں کے کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا" وقت کو اچھی طرح استعمال کرنیکا ایک بہت بڑی دولت ہے اور فائدہ یہ ہے کہ انسان بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ کاہل اور بیکار شخص کا دماغ شیطان کی دوکان ہے اور بیکار آدمی شیطان کا تکیہ۔ ہمارا مفید کاموں میں مشغول رہنا گویا زمین کا کھیت سے آباد رہنا ہے اور بیکار رہنا اُس خوشنما زمین کا ویران اور خالی رہنا ہے۔ بیکار آدمی کے خیالات کے دروازے کھلے رہتے ہیں اُسوقت ہر قسم کے بیہودہ خیالات اُس کے دماغ میں آ گھستے ہیں اور بُرے بُرے خیال جھنڈ کے جھنڈ آنے لگتے ہیں۔ سمندر کے سفر میں دیکھا گیا ہے کہ اُسی جہاز میں بغاوت ہوتی ہے جس کے ملاح بیکار بیٹھے رہتے ہیں کیونکہ اُس بیکاری کے عالم میں شیطان اُن کے ذہن میں یہ ڈالتا دیتا ہے کہ چلو کپتان کا کام تمام کرو اور جہاز اپنا کرلو۔ اسی لئے ایک تجربہ کار کپتان کا یہ دستور تھا کہ جب جہاز میں کوئی کام نہ ہوتا تو مجبور نوکروں پر تاکید کرتا کہ لنگر صاف کیا کرو۔

کاروباری آدمی وقت کو دولت سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ بیش بہا چیز دولت سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ وقت کو اچھی طرح استعمال کرنا۔ ترقی کا باعث اور نیک چلنی کی بنا ہے۔ وہ ہر ایک گھنٹہ جو کاہلی اور واہیات کام میں صرف کیا جاتا ہے اگر اُس کو کوئی شخص اچھی طرح استعمال کر سکے تو اسی ایک گھنٹہ کی بدولت چند برسوں میں ایک جاہل عالم اور ایک بے وقوف عقلمند ہو سکتا ہے وقت اگر کاموں میں صرف کیا جائے تو زندگی ثمردار ہو۔ اور موت غلہ کاٹنے کی ایک اچھی فصل معلوم ہو۔

اچھے خیالات اور عمدہ تجربے ہماری کوئی جگہ نہیں لے لیتے انہیں جہاں چاہو لئے پھرو۔ ان سے کوئی تکلیف نہیں پہونچتی بلکہ یہ غربت اور سفر کے مہربان رفیق اور زندگی بھر کے لئے ہمدم اور دانا مصاحب ہیں اور لطف یہ کہ ان کی مصاحبت یا رفاقت میں نہ تو ایک کوڑی کا صرف ہے اور نہ کوئی ذِلت۔ وقت کا اچھی طرح استعمال کرنا بس آرام اور چین کے لئے موقع اور مُہلت پانے کا یہی ایک طریقہ ہے اور اسی کے ذریعہ سے انسان کسی قسم کا کاروبار پھیلا سکتا ہے اور اُس میں کامیاب ہو سکتا ہے اور پریشانیوں سے بچ سکتا ہے وقت کا ٹھیک حساب نہ رکھنے سے ہمیشہ کھلبلی پڑی رہتی ہے اور پریشانی اور مصیبت سر پر کھڑی رہتی ہے انگلستان کے مشہور سپہ سالار نلسن[1] نے ایک دفعہ کہا کہ میری ترقی صرف اسی وجہ سے ہوئی کہ

[1] انگلستان کا ایک بہت بڑا نامی جرنیل تھا اسکی فتحیابیوں اور بہادری کا شہرہ ہے ۱۷۵۸ء میں پیدا ہوا اور فرانسیسیوں سے لڑتے وقت گولی سے زخمی ہو کر ۱۸۰۵ء میں مرگیا۔

میں ہمیشہ ہر کام پر پندرہ منٹ پہلے سے تیار رہتا تھا۔

جس طرح بعض دولت مند پہلے دولت کی قدر نہیں کرتے یہانتک کہ
سب دولت اُنکے ساتھ سے نکلی جاتی ہے تب کہیں نواب صاحب خواب غفلت
سے چونکتے ہیں۔ بس بجنسہ یہی حال اکثر لوگوں کا وقت کے ساتھ بھی ہے۔ یہ
وقت کو بیکار صرف کیا کرتے ہیں۔ کیسے کیسے بیش بہا گھنٹے گراں قیمت
مہینے۔ نایاب سال۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے ضائع ہوتے ہیں اور وہ غفلت
کی نیند میں پڑے سوتے ہیں۔ کچھ خبر بھی نہیں ہوتے۔ اور جب اُنکے مرنے
کا دن آ پہونچتا ہے تب وہ اپنے وقتوں کو نیکیوں اور بھلائیوں سے معمور کرنے
کا ارادہ کرتے ہیں مگر اب کیا ہو سکتا ہے "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود
باید زد"۔ جب بے پروائی اور کاہلی کی عادت پختہ ہو جاتی ہے اور جب ہم
اپنے ہاتھوں کی باندھی ہوئی زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں تو پھر اُسوقت
اُن زنجیروں کا توڑنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ محنت سے ہم کھوئی ہوئی دولت
پا سکتے ہیں۔ بھولا ہوا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ دوا اور پرہیز سے زائل شدہ
تندرستی ہم پھر دیکھ سکتے ہیں لیکن "گم شدہ، وقت ہمیشہ کے لئے گم ہے" سچ
ہے "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"۔

وقت کی قید۔ انسان کو وقت پر کام کرنے کا عادی بنا دیتی ہے۔ وقت
کا لحاظ اور وقت پر کام کرنا بادشاہوں کے لئے اخلاق اور محمودہ صفت
ہے اور شریف آدمیوں کا فرض ہے اور کاروباری آدمی کو اُسکی ضرورت
اور حاجت ہے۔ وقت کے خیال اور پابندی سے انسان کو اپنے اوپر اعتماد

ہوتا ہے جو آدمی انتظار میں دوسروں کو پریشاں نہ کرے وہ بیشک اپنے وقت کی بھی قدر کرتا ہے اور دوسروں کے وقت کی بھی۔ غرض ہمارا وقت کا خیال اور لحاظ رکھنا اس امر کو ثابت کر دیتا ہے کہ ہمکو دوسروں کی بھی تعظیم منظور ہے۔ یہ ایک قسم کی دیانتداری بھی ہے کیونکہ کسی سے ایک خاص وقت میں ملاقات کا وعدہ کرنا۔ یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ ہے پھر جو شخص اس معاہدہ کو توڑتا ہے وہ بیشک بے ایمان ہے اور ہرگز دیانتدار نہیں اور چونکہ وہ وقت دوسرے کا ہو چکا تھا اور اب یہ اُسکو اپنے مصرف میں لاتا ہے تو اسلئے وہ دغاباز بھی ہے اور ہرگز نیک چلن نہیں جس شخص کو اپنے وقت کا خیال نہیں اُسکو اپنے کاروبار کا بھی خیال نہیں رہتا۔ ایسوں کے ہاتھ میں ہرگز کسی قسم کا کارخانہ سپرد نہیں کرنا چاہیے۔

واشنگٹن[1] کا سکرٹری ایک دفعہ اپنے آفس میں وقت معینہ سے کچھ دیر بعد پہونچا جب واشنگٹن نے اُس سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو اُس نے یہی جواب دیا کہ میری گھڑی کی چال کچھ غلط ہو گئی تھی اس لئے مجھے وقت کا ٹھیک پتہ نہ لگ سکا۔ واشنگٹن نے اُس سے کہا کہ بھائی! "یا تم نئی گھڑی مول لو یا ہم نیا سکرٹری مقرر کریں ورنہ ایسی چال سے تو کام نہیں چل سکتا"۔

---

[1] واشنگٹن ملک امریکہ کا نامی سپہ سالار جسنے انگریزوں سے لڑکر اپنے ملک کو آزاد بنایا ۱۷۳۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۷۹۹ء میں مرگیا۔

جس شخص کو اپنے وقت کا خیال اور پابندی نہیں ہے وہ دوسروں کے آرام و چین کا بھی برباد کرنے والا ہے ایسے آدمی سے جس کسیکو سروکار پڑے گا وہ وقتاً فوقتاً ضرور خلجان میں پڑیگا۔ ایسا آدمی ہمیشہ ایک انتظام اور سلسلے کے ساتھ ہر کام میں دیری کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنی بیقاعدگی میں بہت ہی باقاعدہ ہے۔ اس کی بے ضابطگی میں بھی ایک ضابطہ ہے اسکو دعوت میں ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد آنا ضروری ہے اسے گاڑی چل دینے کے بعد اسٹیشن پہونچنا چاہئے۔ اسکی ڈاک روانہ ہونے کے بعد پوسٹ آفس میں خط روانہ کرنا لازمی ہے غرض ایسے شخص کا ہر قسم کا کاروبار اسی طرح سے دبلا ہو جاتا ہے اور جس شخص کو اس سے کچھ بھی تعلق رہتا ہے وہ ضرور اس سے ہمیشہ رنجیدہ اور پریشان رہتا ہے

یہ معمول ہے کہ جو ہمیشہ عادتاً وقت کے بعد کام کرتے ہیں وہ وقت کے بعد کامیاب بھی ہوتے ہیں اور دنیا اُن کو اُس گوشہ تنگ و تاریک میں پھینک دیتی ہے جہاں لوگ رات دن زمانہ ناہنجار کو کوسا کرتے ہیں اور بخت و قسمت اور تقدیر و فلک کجرفتار کو گالیاں دیتے ہیں۔

اگر آدمی اعلیٰ درجہ کا کاروباری ہونا چاہتا ہے تو اُسے ان صفات کے علاوہ مضبوطی اور استقلال بھی چاہئے۔ اُسے اتنی چالاکی اور سمجھ بھی ہونی چاہئے کہ وہ وقت پر فوراً معلوم کر سکے کہ اس جگہ کس ڈھب سے کام ہو سکتا ہے اور پھر فوراً اُسی ڈھب سے اُس کام کو مستعدی اور استقلال کے ساتھ پورا کرلے۔ اس صفت کی ضرورت خاصکر اُن حالتوں میں بہت

ہوتی ہے جن حالتوں میں انسان کو خلق اللہ کی ایک جماعت کثیر پر حکمرانی کرنی پڑتی ہے جیسے فوج کے سرداروں اور بادشاہوں کو سپہ سالار کے لئے صرف بڑا جری اور لڑاکا ہی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اوسکو کاروباری اور محنتی آدمی بھی ہونا چاہئے اُسکو اتنی لیاقت ضروری ہے کہ وہ اِتنا تو پہچان سکے کہ کون سا آدمی کس کام کے سپرد کئے جانے کی لیاقت رکھتا ہے اُسکو ضرور ہے کہ کل سپاہیونکی خوراک پوشاک اور ہر طرح کے آرام کا پورا خیال رکھے یہ صفت یورپ کے دو سرداروں میں تھی اور وہ بیشک اعلے درجہ کے کاروباری آدمی تھے۔ ایک نیپولین اور دوسرا ولنگٹن[٥١]

---

٥١ ولنگٹن انگلستان کا نامی جرنیل جسنے نیپولین سے بادشاہ کو واٹرلو کی لڑائی پر شکست دی۔ ١٧٦٩ء میں پیدا ہوا اور ١٨٥٢ء میں مرگیا۔

باب (۵)

دولت کا اچھا اور بُرا استعمال

زر کہ بدنام کند اہلِ خرد را غلط است   بلکہ زر مے شود از صحبتِ ناداں بدنام

اِس دنیا کے بازار میں عقلمند اور دانا وہی ہے جو روپے پیدا کرنیکی کیبوں سے واقف ہوگیا جِسنے روپیہ پیدا نہیں کیا بلکہ اُسے بعنوان شائستہ صرف بھی کیا اور اپنے حقداروں کے لئے بھی چھوڑ گیا۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ خدا نے انسان کو صرف دولت ہی پیدا کرنیکے لئے بنایا ہے مگر اسمیں بھی شبہ نہیں کہ دولت ایسی چیز نہیں ہے جسکو نفرت کی نظر سے دیکھیں اور رہبانوں کی طرح اُس سے علٰحدہ رہنا گویا سانپ کے زہر سے بچنا سمجھیں۔ اسی دولت کے ذریعہ سے سیکڑوں جسمانی آرام ہمیں میسّر ہوتے ہیں۔ اسی دولت پر قوم کی عمدہ حالت کا مدار ہے۔ جس قوم پر افلاس چھا رہی ہو وہ کبھی معزز ہوسکتی ہے؟ جسمانی آرام کو جانے دو۔ انسان کے بہت ہی اعلےٰ درجہ کے ملکوتی قوے بھی اسی دولت کی بدولت شگفتہ ہوتے ہیں۔ شگفتہ ہی ہونا کیوں بلکہ اُن قوے کا ظہور میں آنا بھی اسی پر منحصر ہے۔ کیا سخاوت۔ دیانتداری۔ انصاف۔ کفایت شعاری حسن انتظام ایسی

ایسی ایسی عمدہ صفتیں دولت کے بغیر نشو ونما پاسکتی ہیں؟ مگر ہاں ہم اس سے بھی انکار نہیں کرسکتا کہ اسی دولت کا جب برا استعمال کیا جاتا ہے تو سیکڑوں صفات ذمیمہ ہمارے دلوں میں پیدا ہوجاتے ہیں۔ لالچ۔ دغا بازی۔ خود غرضی۔ بخالت۔ فضول خرچی۔ حق تلفی وغیرہ۔ اسی دولت کے برے استعمال کے نتیجے ہیں۔ لیکن ان میں دولت کا کچھ قصور نہیں آزاد انسان ہر چیزوں اور قوتوں کو برے اور بھلے دونوں طور پر استعمال کرسکتا ہے وہ ان سے نیک اور بد دونوں قسم کے نتیجے حاصل کرسکتا ہے ہنری[1] ٹیلر صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انسان روپے پیدا کرنے اسکو پسماندہ رکھنے۔ خرچ کرنے۔ لین دین کے معاملے۔ لوگوں کو قرض دینے لینے اور وارثوں کے لئے چھوڑ جانے میں پورا پورا کامل نکل آتے اور کسی مد میں کہیں بھی لغزش نہ کھائے تو بیشک وہ قریب قریب کامل آدمی کے ہے۔

ہر آدمی پر فرض ہے کہ فراخ دستی اور فراغت حالی کے لئے مناسب کوشش کرے کیونکہ ایسا کرنے سے اسے جسمانی آرام میسر ہوگا اور یہ جسمانی آرام وہ شئے ہے جسکے بغیر روحانی ترقیاں ممکن ہی نہیں ؎

خداوند نعمت بحق مشتغل پراگندہ روزی پراگندہ دل

فراخ دست انسان ہی اپنے عزیز و اقارب کے بھی کام آسکتا ہے تو کیا اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی مدد نہیں کرنی چاہئے؟ انکی مدد کرنی تو گویا کا فرض بنتا ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کی نظروں میں تب ہی

---

[1] ہنری ٹیلر۔ ایک انگریزی پادری اور کئی کتابوں کا مصنف تھا ۱۸۸۶ء میں مرگیا۔

ہماری عزت ہو سکتی ہے جب وہ دیکھیں کہ کسی کا دست نگر نہیں بلکہ روز بروز دولتمندی کے میدان میں آگے ہی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

انسان جب منتظم ہوتا ہے اور جب اپنی چادر کے انداز سے پاؤں پھیلاتا ہے تو اس میں ایک بہت ہی عمدہ صفت حاصل ہو جاتی ہے یعنی کہ وہ نفس کش ہو جاتا ہے۔ اور یہ نفس کشی وہ چیز ہے جس کے بغیر انسان انسان ہی نہیں کہا جا سکتا جان اسٹرلنگ[ل] صاحب فرماتے ہیں "تعلیم بہت ہی خراب کیوں نہ ہو لیکن اس میں اگر نفس کشی کی بھی تعلیم ہوتی ہو تو یہ تعلیم اس تعلیم سے کہیں اعلے اور افضل ہے جس میں ہر قسم کی تعلیم تو ہوتی ہو لیکن نفس کشی کی نہیں"۔

پڑھنے والوں کو ایسا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ غربا اور مزدور بڑی محنت سے دولت پیدا کرتے ہیں یہ تو ضرور کفایت شعار ہوں گے لیکن نہایت تعجب اور کمال افسوس کی بات ہے کہ یہ مزدور تو اور بھی پرلے درجے کے فضول خرچ ہوتے ہیں۔ اپنی ساری کمائی تاڑی۔ شراب میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ پھر کیا ان مزدوروں کی حالت کو کوئی قانون درست کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب تک وہ خود اپنے نفس کو

ل جان اسٹرلنگ۔ انگلستان کا مصنف اور اخبار ٹائمس کا مشہور اڈیٹر تھا۔ اسکی سوانح عمری کو مسٹر کارلائل صاحب نے نہایت عمدگی سے لکھا ہے [illegible] میں پیدا ہوا اور [illegible] میں مر گیا۔

اپنے قابو میں نہ رکھیں۔ سیموال ڈررو[۵۱] صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

"کفایت شعاری۔ دور اندیشی۔ حسن انتظام ہماری برائیوں اور عادتوں کے بہت ہی عمدہ مصلح اور کاریگر ہیں۔ انہیں اپنے دل کے گھر میں جگہ دو! تمہیں ہرگز خبر نہیں معلوم ہوگا۔ جب معلوم ہونے کا ذکر کیا یہ تو دنیا بھر کے قانونوں اور ایکٹوں سے کہیں بڑھکر تمہاری زندگی کی برائیوں اور آفتوں کی بہت ہی اچھی طرح اصلاح اور مرمت کرنیوالے ہیں"۔

سقراط[۵۲] کا قول ہے "جس آدمی کے دل میں یہ خواہش ہے کہ وہ دنیا میں ایک تحریک پیدا کردے اور گویا ایک طرح کی ہل چل ڈال دے اُسے لازم ہے کہ پہلے خود اپنے دل کو متحرک کرے۔ پہلے خود اپنے کو قابو میں رکھنے کی قدرت پیدا کرے تب البتہ اُس سے کچھ ہوسکتا ہے"!

وہ فضول خرچ جماعت جو اپنی ساری کمائی کو پھونک ڈالتی ہے ہمیشہ ذلیل اور خوار رہیگی۔ دوسروں کی نظروں میں اُس کی قدر تو کیا خاک ہوگی وہ خود آپ ہی اپنی نظروں میں ذلیل بنی رہے گی۔ مجھے حیرت ہے کیا فضول خرچ کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ میرے مرنے پر میرے بال بچوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ کیا ان کی بھی مصیبتوں کی مہیب تصویر کبھی اُسکی نظروں کے سامنے نہیں کھنچتی۔

[۵۱] ڈررو صاحب کا حال دیکھو صفحہ ۶۲ و ۶۳ وغیرہ۔

[۵۲] سقراط دیکھو صفحہ ۵۷۔

مسٹر کوبڈن[1] صاحب نے ایکبار مزدوروں کی کمیٹی میں یہ فرمایا "دنیا ہمیشہ سے دو قسم کے آدمیوں سے مرکب رہی ہے ایک تو وہ جو فضول خرچی میں ہمیشہ اپنا سرمایہ برباد کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو کفایت شعار ہیں۔ مگر تم اسکو یاد رکھو! کہ اس جہان میں جتنی ملیں۔ سڑکیں۔ جہاز اور محل وہ چیزیں جن سے ہم لوگوں کو آرام ملتا ہے بنی ہیں وہ کل اسی دوسرے فرقہ کے آدمیوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ فضول خرچ اور بے پروا ہمیشہ ان کے غلام بنے رہے ہیں اور بنے رہیں گے۔ بیشک فطرت کا قانون یہی ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ فضول خرچ اور لاوبالی آدمی ترقی کرسکتا ہے تو مجھ سا جھوٹا اور منافق کوئی دوسرا ہو نہیں سکتا۔

مسٹر برائیٹ[2] صاحب نے بھی ایکبار مزدوروں کی کمیٹی میں ارشاد فرمایا۔ "الحمد للہ اب انگلستان کے ہر درجہ کے آدمیوں میں دیانتداری پائی جاتی ہے اور اب ہر کسی کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ بُری حالت سے نکلو اور اچھی حالت کی طرف بڑھو۔ مگر یہ یاد رکھو! کہ ترقی صرف خواہش ہی سے نہیں ہوسکتی۔ ترقی کے لئے یہ تین چیزیں ضروری لوازمہ ہیں۔ محنت[1]۔ کفایت[2] شعاری اور بُرے فعلوں[3] سے پرہیز۔ جب تک ہم

---

[1] مسٹر کوبڈن انگلستان کا تاجر اور پارلیمنٹ کا ممبر اور بڑا اسپیکر تھا۔ شہر ونڈفورڈ میں پیدا ہوا اور لنڈن میں ١٨٦٥ء میں مرگیا۔

[2] مسٹر برائیٹ انگلستان کا تاجر و پارلیمنٹ کا ممبر ١٨١١ء میں پیدا ہوا ہے۔

اِن پر عامل نہ ہوں گے ترقی ہو نہیں سکتی - ترقی کرنے کے لئے کوئی نئی راہ نہیں ہے وہ پُرانی راہ جس پر اگلے چلے تھے ہم کو بھی اُسی پر چلنا ہوگا - دیکھو ! انہیں مندرجہ بالا صفتوں پر کاربند ہونے کی وجہ سے آج انگلستان مین متوسط درجہ کے آدمی کثرت سے دکھلائی دیتے ہیں - اور ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ اِن صفتوں پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے اِس انگلستان میں امیروں اور غریبوں کے سوا متوسط درجہ کے آدمیوں کا وجود تک نہ تھا - تم یہ کبھی نہ سمجھنا کہ گورنمنٹ یا کوئی قانون تمہاری حالت کو بدل سکتا ہے مجھے بہت غور و فکر کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تم کو آپ اپنی مدد کرنی چاہیے بس اسکے سوا کوئی دوسرا ذریعہ تمہاری ترقی کا ممکن نہیں -

کفایت شعاری سے صرف روپیہ جمع کرنا اور صندوقوں میں قفل لگا کر رکھنا خزانہ کے سانپ کی طرح رات دن اُس کی صرف حفاظت ہی کرتے رہنا بیشک نہایت ذلیل کام ہے اور اِس میں کچھ شُبہ نہیں کہ بخیل ہمیشہ ذلیل ہے لیکن کفایت شعاری اِس غرض سے کہ زندگی آرام سے بسر ہو کسی کا دست نگر ہونا نہ پڑے بیشک ایک مردانہ کام ہے اور اِس نیت سے کہ عزیزوں رشتہ داروں کے حقوق سے سبکدوشی ہو قوم کی امداد کر سکوں نہایت ہی اعلےٰ بلکہ قابلِ تحسین کام ہے -

فرانسس ہارنر[1] صاحب نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو یہ نصیحت

---

[1] فرانسس ہارنر ایک انگریزی مصنف تھا اِسنے سیاست مدن پر کئی تحریریں لکھی ہیں اور پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا - شہر اڈنبرا میں ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۱۷ء میں مرگیا -

کی کہ اگر تم اپنی زندگی آرام سے بسر کرنا چاہتے ہو تو کفایت شعاری کو فرض سمجھو۔ یہ صفت اِس قابل ہے کہ ہر شخص اِس سے موصوف ہو۔ آزادی اِسی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور آزادی کا حاصل کرنا ہر ذی ہوش خصوصاً بلند حوصلہ انسان پر ایک بہت ہی ضروری فرض ہے۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی چادر کے اندازے سے پاؤں پھیلائے بغیر اسکے دیانتداری محال ہے کیونکہ جو شخص اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ ضرور دوسروں کے سر کھیلتا ہے ؎

با گرسنگی قوت پرہیز نماند — افلاس عنان از کف تقوی بستاند

وہ حضرات جو چند روزہ عیش و عشرت میں اپنا کُل سرمایہ خرچ کر ڈالتے ہیں اور اپنے حقدار عزیز و اقارب کا خیال تک دل میں نہیں لاتے۔ وہ پہلے تو اپنی عیاشی کے نشہ میں کچھ ایسے بدمست رہتے ہیں کہ ایک نہیں سمجھتے۔ لیکن جب گدائی کی ترشی اُن کا سارا نشہ اوتار دیتی ہے تب اُنہیں اپنے افعال پر حسرت اور ندامت ہوتی ہے اور اب آکر اُنہیں اپنی دولت کی قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے مگر "اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت" یہ فضول خرچ اگرچہ فطرتی سخی بھی ہوں لیکن ان کی بے پروائی اِنہیں ایسا کنوئیں جھکاتی ہے کہ آخر یہ اپنی نظروں میں آپ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنی اچھی خاصی دولت کو اپنے گرانمایہ وقت کی طرح اک قلم پھونک ڈالتے اور جب اُن کی دولت اُن کی فضول خرچیوں کے لئے کافی نہیں ہوتی تو آخر اس موہومی امید پر قرض لیتے ہیں کہ آیندہ ادا ہو جائے گا۔ ادا تو کیا خاک ہوگا

رہی سہی آزادی کا تاج بھی چھن جاتا ہے اور آخرکو شرافت سے بھی دست
بردار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے آدمی دُنیا کے بڑے شاکی ہوتے ہیں اور
سب کو اپنا دشمن سمجھ لیتے ہیں لیکن سچ پوچھو تو ان کا کوئی بھی دشمن
نہیں ہوتا یا اپنے دشمن آپ ہوتے ہیں جس شخص نے اپنے اوپر رحم نہ کھایا
پھر اُس کا دوسروں کی رحمت اور شفقت کا امیدوار ہونا محض نرے وقوفی
ہے۔ وہ آدمی جو حساب و کتاب سے چلتے ہیں جو سنبھل سنبھل کر اور پھونک
پھونک کر قدم رکھتے ہیں اکثر اُنہی کے جیبوں میں اتنے روپے پائے جاتے
ہیں جو کبھی کسی مصیبت زدہ کے کام آجائیں لیکن وہ حضرت جو شاہ خرچ کہلاتے
ہیں وہ تو صرف نام ہی کے شاہ ہوتے ہیں ایک محتاج کی مدد بھی اُن سے
نہیں ہوتی۔

اِس میں شبہ نہیں کہ کوتاہ اندیشی ہی کی وجہ سے انسان کا کاروبار بہت
تنگ دل ہو جاتا ہے اور ایسوں سے اِس جہان میں کامیابی بہت مشکل ہے۔
جس کی نظر ہمیشہ ایک ہی کوڑی پر رہتی ہے وہ دو کوڑی کبھی نہیں دیکھ سکتا۔
ایک چھوٹے دانے ہی کی تاک میں بیٹھنے والی چیونٹی پہاڑ کو کبھی خیال میں
بھی نہیں لا سکتی یعنے جو شخص دنایت پر کمر باندھتا ہے وہ اکثر مرتے مرتے دم
تک دنی الطبع ہی رہتا ہے کبھی بلند نظر نہیں ہوتا اُس کی نظر صرف جزئیات
ہی پر محدود رہتی ہے۔ کُلیات کا تصور اُس کے دماغ میں سما ہی نہیں سکتا۔
بیشک دیانتداری کی طرح سخاوت بھی بہت عمدہ پولیسی (حکمت عملی) ہے
تواریخ میں ایسی مثالیں بہت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دیانتدار اور سخی بھی

ہمیشہ کامیاب رہے اور چل نکلے اور بخیل اور تنگدل آدمی منہ ہی دیکھتے رہ گئے۔ سچ ہے جس کی دیگ اسی کی تیغ"۔

خالی کیسہ ہمیشہ سرنگوں ہی رہتا ہے اسی طرح قرضدار کبھی سربلند نہیں ہوتا وہ لالچی بن جاتا ہے وہ اپنے مہاجن کا گویا غلام ہو جاتا ہے اس کی نظر ہمیشہ نیچی رہتی ہے وہ سچائی پر کبھی قایم نہیں رہ سکتا۔ یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ "قرض کی پیٹھ پر جھوٹ کی سواری" یعنے قرض کے اداکرنے اور تقاضوں سے بچنے میں انسان کو اکثر وعدہ خلافی کرنی پڑتی ہے جھوٹا وعدہ کرنا ہوتا ہے۔ پہلے ہی مرتبہ قرض نہ لینا اور قرض دینے والے کا احسان مند نہ ہونا بہت آسان ہے لیکن جب انسان ایک مرتبہ قرض کا بوجھ اُٹھا لیتا ہے تو دوسری دفعہ پھر اُس کا بوجھ اُٹھا لینے میں اُسے کچھ روک اور مضایقہ نہیں ہوتا اور آخر نوبت یہانتک پہنچتی ہے کہ وہ شخص قرض کے اُس جال میں پھنس جاتا ہے جس سے ہزار کوشش کرنے پر بھی نکلنا دوبھر ہو جاتا ہے [۵]

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ بیل چو پُر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

جیسے کوئی ایک جھوٹ بولتا ہے تو اُس جھوٹ کو پایۂ صداقت پر پہونچانے کے لئے اُسے کئی جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑتی ہے اِسی طرح سے جو شخص ایک دفعہ قرض لیتا ہے تو پھر اُسے اُس قرض کے اداکرنیکے لئے مسلسل اور غیر متناہی قرض لینا پڑتا ہے جانسن [۱] صاحب نے قرض کے بارے میں کیا عمدہ

---

[۵] جانسن دیکھو صفحہ ۲۹۔

مضمون لکھا ہے کہ قرض لینے کے عادی نہ بنو یہ تمہیں صرف تکلیف ہی نہیں دے گی بلکہ مصیبت میں بھی پھنسائے گا اور غریب بھی بنا چھوڑے گا اور تم جانتے ہو کہ اسی غربت کی وجہ سے انسان بہتیرے نیک کاموں کے کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی غربت کی وجہ سے بہتیرے جرموں کا مرتکب ہوتا ہے اسلئے ہرگز قرض نہ لو اور ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ غربت تمہارے پاس نہ پھٹکے۔ انسان کی کل خوشیوں کا خون کرنے والی یہی غربت ہے۔ جتنی مقدار تمہارے پاس ہو اس سے بہت کم خرچ کیا کرو۔ کفایت شعاری سے تمہیں صرف چین و آرام ہی نہیں نصیب ہوگا بلکہ تم سخی بھی ہو سکتے ہو۔ جو شخص اپنی مدد نہیں کر سکتا ہے وہ دوسروں کی کیا مدد کر سکتا ہے ہم لوگ کسی کی مدد تب ہی کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس اپنے ضروری اخراجات سے فاضل سرمایہ ہو۔

ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مصارف کو قلمبند کیا کرے۔ خرچ کا لکھ رکھنا کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے اور اس میں بہت بڑا نفع ہے۔

لوک[1] صاحب کا یہ مقولہ ہے جبتک انسان کے اخراجات ہر وقت اسکی نظر کے سامنے نہ ہوں تب تک وہ حساب سے چل ہی نہیں سکتا۔

نوجوانوں کو لازم ہے کہ جب کسی کام میں ہاتھ لگائیں تو اسکو بعنوان شائستہ شروع کریں۔ کیونکہ کسی کام کو بعنوان شائستہ شروع کرنا ہی

---

[1] لوک ایک انگریزی مشہور فلاسفر تھا۔ یہ مرد عیسائی تھا اسکی تحریریں بڑی عظمت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں ۱۶۳۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۰۴ء میں مرگیا۔

گویا اُس میں نصف کامیاب ہوتا ہے بہتیرے جوانوں نے اِسی غلط ابتدا کی وجہ سے
یسی ٹھوکر کھائی ہے کہ اُن کی ہمت ہی پست ہو گئی ہے

سالے کہ نکوست از بہارش پیدا

ابتدا ہی میں کسی کام کا سجل اور سڈول ہونا اُس کی آیندہ ترقیوں کے بہت
عمدہ آثار ہیں۔

بہتیرے صرف نتیجہ ہی اُٹھانے کی فکر میں پڑے رہتے ہیں۔ اگلوں
نے اِس کام کو جس جگہ سے شروع کیا تھا وہیں سے شروع کرنا انہیں نہیں
بھاتا بلکہ جہاں پر اُن بزرگوں نے اس کام کو ختم کیا تھا یہ اُسی جگہ سے اُٹھلو
شروع کیا چاہتے ہیں۔ اُن کے دل میں یہ خواہش ہے کہ محنت کے
نتیجے آپ سے آپ حاصل ہو جائیں لیکن محنت کرنی نہ پڑے۔ ایک
صاحب سے جب لوگوں نے پوچھا کہ جناب! آپکے لڑکے اِس قدر جلد
کیوں تباہ ہو گئے؟ اُن کی تجارت میں ترقی کیوں نہ ہوئی؟ تو اُنھوں نے جواب
دیا "حضرت: جب انسان ابتدا میں چنے چبا کر کسی قسم کا کارخانہ پھیلاتا
ہے تب انتہا میں پلاؤ۔ قورمہ تک کی نوبت پہونچتی ہے' لیکن اِن حضرات
نے پلاؤ قورمہ ہی سے ابتدا کی۔ اِسی لئے ان کی یہ نوبت پہونچی"۔

نوجوانوں کی ترقی کی راہ میں لُبھانے والی اور للچانے والی چیزوں کا
ہجوم ہوتا ہے۔ جہاں وہ کسی خواہش سے بھی مغلوب ہوئے تو پھر قدم قدم
ذلت اُن کے آگے ہے۔ نفسانی خواہشوں کی پابندی۔ نوجوانوں کے دلوں
سے اُس فطرتی نور کو زائل کر دیتی ہے۔ جسکو خدا نے ہم لوگوں کی بھلائی کے

لیئے اُنکے دلوں میں رکھا ہے۔ جسوقت تمہارا نفس امارہ تمہیں برائیوں کی ترغیب دے۔ اُسوقت تمہارا نہایت دلیری اور مستعدی سے ایک "نہیں" کا لفظ کہدینا اُن برائیوں سے بچنے کے لئے بس ہے۔ بڑی باتوں کے نہ کرنے میں پس وپیش کرنا بلا میں گرفتار ہونا ہے۔ کیونکہ اپنے حفظ ناموس کے بارے میں جو صورت پس وپیش میں پڑی تو سمجھ رکھو کہ اُس اپنے عزت اور آبرو کھوئی برائیوں سے بچنے کے لئے صرف دعاؤں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بُرائیوں کو کما حقہ بُرا سمجھ لینا ہی اُن برائیوں سے بچنا ہے۔ اب چاہو تم نے دعا کیوں نجات خدا سے دُعا مانگنی اور منتیں کرنی کہ وہ ہم سے برائیوں کو چھوڑا دے اور پھر ہمت کر کے اُن برائیوں سے الگ نہ ہونا بڑی بے ادبی اور خلاف تعظیم خداوندی بلکہ ایک قسم کا نفاق ہے۔ اِس زندگی میں سیکڑوں لبھانے والی خواہشیں اور خوش آیند چیزیں انسان کے سامنے آتی ہیں پھر اُن میں سے ایک کا بھی تابع ہو جانا۔ اپنی ایک خوبی کو کھونا اور رفتہ رفتہ کمزور بنتا ہے۔ اگر انسان دلیری اور ہمت کر کے ایک بُری خواہش سے بچے تو پھر اُسے دوسری سے بھی بچنے کی جرأت حاصل ہو جاتی ہے اور اِسی طرح اگر برائیوں سے برابر بچتا چلا جائے تو آخر اُسکو برائیوں سے بچنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ انتظام الٰہی یہی ہے کہ اِس دُنیا کے کل کاروبار عادتوں سے ہوا کریں۔

ھگ شملر صاحب لکھتے ہیں کہ "میں مستری کا کام کرتا تھا۔ ایک

لہ دیکھو صفحہ ۴۴

دن میں اور میرے ساتھیوں نے معمول سے کچھ زیادہ کمایا۔ سبھوں کی یہ رائے ہوئی کہ آؤ! آج اس کی خوشی میں سب کوئی ملکر خوب شراب پئیں۔ میں بھی اپنے ساتھیوں کی دیکھا دیکھی دو پیالے پی ہی گیا۔ گھر جو آیا تو میری طبیعت عجیب بہکی بہکی ہوتی ہیں۔ قدم کہیں کے کہیں پڑتے ہیں کتاب پڑھتا ہوں تو حروف بھاگتے نظر آتے ہیں۔ آنکھ ہے کہ ٹھہرتی ہی نہیں۔ مجھے اپنی اس حالت پر سخت ندامت ہوئی۔ دل میں مصمم ارادہ کیا کہ اب شراب کو کبھی ہاتھ سے چھوؤنگا بھی نہیں۔ چنانچہ اس کامل ارادے سے مجھے بہت بڑا نفع ہوا۔ اور ابھی تک میں اپنے اُسی مصمم قصد کی بدولت (خدا کے فضل سے) اُس بُری بلا سے بچا ہوا ہوں"۔

اسیطرح کا قطعی فیصلہ انسان کو برائیوں سے بچاتا ہے اگر صاحب موصوف دوسری مرتبہ شراب پی لیتے تو پھر اُس سے بچنا مشکل ہوتا اور اگر کہیں اُنہیں اسکی عادت پڑ جاتی تو پھر معاذ اللہ منہا اسکا چھوٹنا مشکل کیا بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے

خوے بد در طبیعتے کہ نشست   نرود جز بہ مرگ پیش از دست

شراب خواری جوانوں کے حق میں زہر ہلاہل ہے سر والٹر اسکاٹ[۵] صاحب انگلستان کا نامی شاعر اور قصہ نویس لکھتا ہے کہ "شرابخوری اور کمال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے - یعنی کامل آدمی اور شراب کا عادی ہو یہ ممکن نہیں۔ شراب - کفایت شعاری - تندرستی - ایمانداری سب کو خاک میں ملاتی ہے -

---

[۵] سر والٹر اسکاٹ - دیکھو صفحہ ۶۶

اگرچہ برائیوں سے بچنے کا مصمم ارادہ کر لینا بعض حالتوں میں بہت بہتر ہے لیکن اصل یہ ہے کہ جب تک خیالات نہیں بدلتے تب تک عادتوں کے بدلنے کے لئے ہزاروں کوششیں کیوں نہ کی جائیں سب نقش بر آب ہیں۔ اپنے اوپر فتح پانی اور اپنے کو قابو میں رکھنا سب فتح یابیوں سے بڑھکر ہے۔

دولت کے بارے میں سیکڑوں مقولے اور بیسیوں ضرب المثلیں زبان زد ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ قطرہ میں قطرہ ملے تو دریا ہو جانے بوند ہی بوند تالاب بھر جاتا ہے ؎

قطرہ قطرہ بہم شود بسیار　　دانہ دانہ است غلہ در انبار

جو کوڑی بچ رہی وہ گویا از سر نو ملی۔ جب تکلیف نہیں تو دولت بھی نہیں جب پیسہ نہیں تو شھائی بھی نہیں۔ کاہلی افلاس کی کنجی ہے جسکے ہاتھ ڈوبی اُسی کا سب کوئی۔ سب خرچ کروگے تو بچاؤگے کیا؟ رات کو بھوکے پیٹ سو رہنا صبح کو قرضدار اُٹھنے سے بہتر ہے ؎

بہ تمنائے گوشت مردن بہ　　کہ تقاضائے زشت قصاباں

۶ صبح خیزی دلیل دولت ہے۔ اِسی قسم کی ضرب المثلوں میں دولتمندی کے اسرار مخفی ہیں۔ اِنہی جملوں میں اگلوں کے تجربوں کے نتیجے پوشیدہ ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں "کاہل مسرف کا بھائی ہے۔ اسے کاہل چیونٹی سے محنت سیکھ! جو شخص جاڑوں کے خوف سے کھیت نہ جوتے گا وہ غلہ کیونکر کاٹے گا۔ بندۂ شکم اور شرابی

یہ دونوں ضرور غریب ہونگے۔ کاہلی تمہیں چیتھڑے پہنائیگی۔ دور اندیشی حاصل کرنی دولت حاصل کرنے سے کہیں بڑھ کر ہے ؎

شب پراگندہ خسپد آنکہ پدید | بنود وجہ بامدادانش
مور گرد آورد بتابستان | تا فراغت بود زمستانش

اگر آدمی محنتی اور کفایت شعار ہو تو بہت جلد اُس حالت کو پہونچ سکتا ہے کہ جس میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ ایک پائی کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن اگر اسی کو ہوشیاری سے صرف کریں تو خانہ داری کے سیکڑوں جھگڑوں سے نجات مل سکتی ہے۔ ایک مزدور جس کا نام ٹومس رائیٹ تھا۔ شہر مانچسٹر کے گودام میں کام کرتا تھا۔ یکایک اس شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سرکاری مجرم قید خانہ سے رہائی پانے کے بعد بھی نیک چلن نہیں ہوتے اور اپنی بُری عادتوں سے باز نہیں آتے۔ کوئی ایسی تدبیر ہوتی جس سے یہ سُدھر جاتے۔ اس بات کا اُسکو بہت خیال رہا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح یہ نیک چلن بن جائیں۔"

یہ شخص چھ بجے صبح سے چھ بجے شام تک برابر گودام کا کام کرتا تھا۔ آخر اُسکی دیانتداری اور محنت نے اُسے گودام کا افسر بنا دیا۔ جو قیدی جیلخانہ سے چھوٹتا اُسکو یہ شخص اپنی فرصت کے وقت میں وعظ و نصیحت کرتا۔ اسی طرح دس برس تک اُن کی اصلاح میں اپنے کوشش و سعی کی جسکا نتیجہ یہ

؎ ٹومس ایٹ صاحب۔ زمانہ حال کا ایک بڑا انگریزی مصنف ہے اِسنے بہت سی کتابیں اِس قسم تواریخ تیار کی ہیں۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوا تھا۔

ہوا کہ تین سو آدمی جن کا پیشہ محض چوری اور دغا بازی تھا محنتی اور کام کے آدمی ہوگئے ۔ اِس شخص کی ماہواری آمدنی صرف اسّی روپیہ کی تھی۔ لیکن کفایت شعاری کی بدولت صرف اپنے کل رشتہ داروں اور عزیزوں ہی کی مدد نہیں کرتا تھا بلکہ بہتیرے غربا اور مساکین اس سے فیض پاتے تھے ۔ اِس شخص کی زندگی اِس بات کو ثابت کرتی ہے کہ اگر انسان محنتی اور کفایت شعار ہو تو وہ دوسروں کی بھی مدد کر سکتا ہے اور اپنی زندگی بھی چین و آرام سے بسر کر سکتا ہے ۔ دیانت داری کے ساتھ جس پیشہ میں ہاتھ لگاؤ گے اُسی میں عزت پاؤ گے اب چاہے وہ موچی کا کام ہو یا درزی کا لوہار کا کام ہو یا جولاہے کا ۔ فولو[ف] صاحب نے کیا خوب کہا ہے کہ "جن دیانت دار محنتیوں کا پیشہ دُنیا کی نظروں میں ذلیل معلوم ہوتا ہے انہیں ہرگز شرمندہ نہیں ہونا چاہئے شرم اُن کو لازم ہے جو بے ایمانی سے روپے کماتے ہوں لارڈ ٹنٹرڈن[ش] ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے ایک چھوٹی سی دوکان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ میرے والد یعنی تمہارے دادا اِسی دوکان میں بیٹھ کر ایک پیسہ میں لوگوں کی حجامت بنایا کرتے تھے اور اس جملہ کو انھوں نے فخریہ طور پر کہا ایک شخص نے شہر نمس واقع ملک

ف ایک انگریزی مورخ اور پادری تھا اِسنے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اِسنے ڈی ڈی کا خطاب بھی پایا ۱۶۰۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۶۱ء میں مر گیا۔

ش ٹنٹرڈن دیکھو صفحہ ۱۳

رانس کے لارڈ پادری بشاپ فلیچر صاحب کو طعن سے یہ کہا کہ آپ تو پہلے موم تبی
ی بنایا کرتے تھے نا؟ انہوں نے جواب دیا۔ "ہاں بھائی! میں پہلے موم
تی ہی بنایا کرتا تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ ترقی کرکے اب اس رتبہ کو پہونچا ہوں
لیکن اگر تم میری حالت میں ہوتے تو ابھی تک موم تبی ہی بنایا کرتے اور ہرگز
ترقی نہ کرتے"۔

مسٹر ٹیوپرنٹر[1] صاحب ایام طفولیت میں ایک نہایت ہی غریب آدمی تھے۔
لوگوں کی لیمپ کی چمنیاں صاف کیا کرتے تھے لیکن محنت اور کفایت کی وجہ سے
آخر کو بہت بڑے امیر ہو گئے۔ ایکدفعہ برنارڈ صاحب نے اُنسے پوچھا کہ آپ کی
ترقی کی اصل وجہ کیا ہوئی؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ "میں نے کسی گھنٹے اور کسی روپیہ کو بیکار اور
ضائع ہونے نہ دیا"۔

دولت حاصل کرنے کے لئے ہمت کی بڑی ضرورت ہے جان فاسٹر[2]
صاحب لکھتے ہیں "ایک جوان مالدار نے دو تین برس کے عرصہ میں اپنی کل
جائداد عیاشی اور فضول خرچی میں برباد کر دی اور بالکل محتاج ہو گیا
جو دوست بھلا ایسے وقت میں کب کام آتے ہیں۔ غمخواری کے
بدلے اُس سے نفرت کرنے لگے۔ جب وہ نہایت ہی محتاج ہو گیا تو اپنی آیندہ
کی ذلت اور مصیبت کو خیال کرکے باوجودیکہ جان کیسی پیاری ہوتی
ہے۔ اُس نے جان دینے کا ارادہ کیا اور دل میں ٹھان لیا کہ پاو پہاڑ

[1] مسٹر ٹیوپرنٹر انگلستان کا ایک تاجر تھا ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۸ء میں مرگیا۔

[2] جان فاسٹر۔ دیکھو صفحہ ۴۶

پرے اپنے کو نیچے گرا دو - غرض خودکشی کا مصمم ارادہ کر کے وہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا - وہاں سے وہ کُل بستیاں جو ایک دن خاص اُسی کی تھیں نظر آنے لگیں اُن کو دیکھ کر وہ دریاے تحیر میں ڈوب گیا اور خیال کی بڑی بڑی لہروں میں پڑ گیا - گھنٹوں کے بعد قوت فیصلہ نے سہارا دیا - ہمت اور استقلال نے جو بازو پکڑے تو ساحلِ مقصود نظر آنے لگا خوشی کے مارے اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ میں پھر اپنی کُل جائداد کا مالک ہوں گا - یہ کہکر نیچے اُتر آیا اور چند مزدوروں کو کوئلا اُٹھاتے دیکھ کر فوراً خود بھی اُن کا شریک ہو گیا جو کچھ مزدوری ملی اُس میں سے تھوڑا تو خرچ کیا اور باقی رکھ چھوڑا - اسی طور سے برابر محنت کرتا رہا - یہاں تک کہ تھوڑے دنوں میں اتنی حیثیت ہو گئی کہ اُسنے ایک چھوٹی سی تجارت شروع کر دی - اور بڑی کفایت شعاری اور محنت سے برابر سوداگری کرتا رہا تھوڑے عرصہ میں بہت بڑا مالدار ہو گیا جان فاسٹر صاحب کہتے ہیں - کہ میں برابر اُس شخص کی حالت کو دیکھتا رہا اُس نے اپنی کُل جائداد پھر خرید کی اور چھ لاکھ روپے نقد چھوڑ کر مر گیا - بیشک اس شخص میں فیصلہ کرنے والی قوت تھی - اِنہی باتوں کو وہ پہاڑ پر سوچ رہا تھا اور بے فیصلہ کئے وہاں سے نہ ٹلا اور اُترا تو ہمت اور استقلال دو رفیقوں کو ساتھ لیکر نیچے اُترا اور جو کچھ وہاں سوچا وہی کر گذرا - اسکی نجات سے قطع نظر کرو تو بیشک یہ شخص تعریف کے قابل ہے -

اگر یہ اپنے روپے رفاہ عام میں صرف کرتا تو کتنے فخر کے لایق ہوتا

انسان کتنا ہی دیانتداری سے روپے کیوں نہ حاصل کرتا ہو لیکن جب
اپنے روپے سے لوگوں کو نفع نہیں پہنچاتا ہے تو وہ بہت ہی ذلیل آدمی ہے جوان
کو ہمیشہ اسکا خیال رکھنا چاہیے کہ ان کی جوانی کی کفایت شعاری کہیں بڑھاپے
میں جا کر بخالت نہ بنجائے اور جو کام پہلے فرض عظیم تھا کہیں وہی گناہ عظیم ہوجائے
دولت نہیں بلکہ دولت کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ دولت کی
محبت انسان کے دل کو تنگ و تاریک بناتی ہے اور صفات حمیدہ کا نور اس
میں آنے نہیں دیتی۔

جس شخص نے اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے دولت حاصل کی ہو
وہ بیشک نہایت تعریف کے قابل ہے مگر یہ یاد رہے کہ نیک چلنی صرف
دولت سے ہی حاصل نہیں ہوتی جس شخص کو ہمیشہ ایک ایک پیسے کا خیال
رہتا ہے وہ کبھی نیک کاموں اور رفاہ عام میں اپنے روپے صرف
نہیں کرسکتا ۔ وہ فی الحقیقت ایسے موقعوں میں بہت ہی غریب جاتا
ہے ۔ بے شک "تونگری بدل است نہ بمال"۔ بعض موقعوں میں ایک پیسہ
بھی دے دینا خوش نیتی کی بدولت اشرفی سے کہیں زیادہ بیش بہا
اور قابل قدر ہو جاتا ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ اُس شخص کو دولت سے
کیا فائدہ اور امارت سے کیا حظ ملتا ہے جس کا کیسہ نقد تو بھرا ہوا ہے مگر
ہمت ندارد ۔ زمینداری تو وسیع ہے مگر دل تنگ ۔ گھر میں تو بہت کچھ
ہے مگر حوصلہ نہیں ہمت نہیں ۔ بیشک غربت اور امارت صرف دل ہی
پر منحصر ہے ۔

کوئی شکاری ایک تنگ منہ والے مٹکے میں تھوڑی مٹھائی ڈالکر چپکے سے جنگل میں رکھ آیا۔ ایک بندر نے اُسے دیکھا پاس جو گیا تو مٹھائی پائی۔ نکالنے کے لئے اُس میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر کر ہاتھ باہر نکالنا چاہا لیکن اب وہ نکلے تو کیونکر نکلے نہ مٹکے کا منہ پھیلتا ہے اور نہ وہ اپنی مٹھی کھولتا ہے اُسے اتنی عقل نہیں کہ مٹھی کھولدے مٹھائی سے ہاتھ اُٹھانے اور اپنی جان بچانے آخرکار شکاری آیا اور اُسے گرفتار کرلیگیا۔ ٹھیک یہی مثال اُن لوگوں پر صادق آتی ہے جو مال کی محبت میں پھنس جاتے ہیں یہانتک کہ وہ بڑا شکاری یعنی موت اُنہیں گرفتار کرلیجاتا ہے۔

یہ مثال بہت غور کے قابل ہے اگر ہم برابر اسکا خیال رکھیں کہ ہماری حالت اُس بندر کی سی نہ ہونے پائے تو سیکڑوں بلاؤں سے بچ سکتے ہیں۔

دولت کی تعریف میں لوگوں نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے لیکن سوچکر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس جہان میں جتنے بڑے بڑے کام ہوے وہ کچھ دولتمندوں ہی سے نہیں ہوئے دین عیسوی کے پھیلانے والے سارے یورپ کی موجودہ تہذیب کے بانی۔ علوم و فنون کے موجد اکثر غربا ہی تھے اور بعض تو ایسے تھے کہ صرف مزدوری پر اُن کی اوقات تھی۔

دولت اکثر اپنی ذاتی کوشش اور سعی کو روکتی ہے اُن امرا کے لڑکوں اور لڑکیوں کو دیکھو! جو بیٹھے بٹھائے بے دردسر اپنے باپ دادوں کی میراث پاکر امیر بن بیٹھے ہیں اور دولت اُنکے حق میں نعمت ہونیکے بدلے آفت ہوگئی ہے ایسے مال مفت کے پانیوالے محض کاہل اور بیکار ہوتے ہیں اور ہمیشہ اپنے گراں مایہ وقت کے ضائع کرنیکی فکر میں رہتے ہیں اگر یہی دولتمند لڑکے اپنی دولت کا اچھا استعمال کریں اور اپنی حالت کا خیال

رکھیں تو ان کی ذات سے کتنی بھلائی ہوسکتی ہے۔

اپنی قوم میں معزز ہونیکی کوشش کرنی ہر شخص پر فرض ہے لیکن صرف بگھی۔ گھوڑے اور مصاحبوں سے بھی عزت حاصل نہیں ہوتی۔ نیک چلن غریب بد چلن امیر سے لاکھ درجہ زیادہ معزز ہے۔ زندگی کی علت غائی جسم۔ دل۔ دماغ اور روح کی ترقی ہے اور دولت بھی وہی مفید اور ضروری ہے جو ان صفات کی ممد و معاون ہو۔ دولتمند انسان اعلےٰ درجہ کی سوسائیٹیوں میں بیشک داخل ہوسکتا ہے لیکن یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہاں اس کی عزت بھی ہو۔ سیکڑوں ہزاری مل ایسے پاؤگے جنکی عقلمندوں میں کچھ بھی عزت نہیں ہوتی۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ صرف ایک طرح کے خزانچی یا کیسہ زر تصور کئے جاتے ہیں۔

اپنی قوم میں معزز ہونا لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرنی یہ کچھ ضرور نہیں کہ دولت ہی سے حاصل ہو بلکہ یہ فخر نیک چلنی۔ تجربہ کاری اور مفید خلایق ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

باب (۶)

اپنی تعلیم آپ

تا خود از خویشتن نیاموزی　　　نہ دہد سود پند لقمانت

خود اگر پند رجہ خیر بری　　　جائے بو جہل کے بدیر بدی

"دُنیا میں دو طرح پر تعلیم ہوتی ہے ایک تو دوسروں کے ذریعہ سے جسکو سب کوئی جانتے ہیں اور دوسری جو بہت ہی اعلےٰ اور بغایت مفید ہے وہ تعلیم ہے جو انسان اپنی آپ کرتا ہے" (گبن)

"کیا کوئی ایسا بھی ہے جو مصیبت اور تکلیف سے ہراساں اور طوفان سے ڈرتا ہے اگر کوئی ہے تو وہ سمجھ رکھے کہ اس سے کچھ بھی نہ ہوگا کیا کوئی ایسا بھی ہے جو اپنی فتحیابی کے لئے کمر بستہ ہے اگر کوئی ہے تو اُس سے کہدو کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا" (جان ہنٹر)

عقلمند اور کام کے آدمی مشکلوں پر کسی نہ کسی وقت تک ضرور فتحیاب ہو ہی جاتے ہیں لیکن سُست اور کاہل ہمیشہ اپنے دل کے گڑھے ہوئے موانعات سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں اور ایک ہلکی سی ٹھوکر سے بلبلا اُٹھتے ہیں۔ کاہل اپنی کاہلی اور نامردی کی وجہ سے ایک آسان کام

کو بھی غیر ممکن بنا دیتے ہیں (برک)

انگلستان کا ایک نامی شاعر اور قصہ نویس سر والٹر اسکاٹ[1] کہتا ہے کہ تعلیم کا دوسرا حصہ یعنی آپ اپنی تعلیم کرنی بہت ہی تعریف اور قدر کے قابل ہے بنجمن بورڈی[2] ہمیشہ اس بات کا فخر کیا کرتا تھا کہ میں نے اپنی تعلیم آپ کی - فی الحقیقت جتنے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کسی علم و ہنر میں پوری لیاقت حاصل کی تھی وہ سب کے سب اپنی تعلیم آپ کرنے والے اور خود اپنے کو آپ سکھلانے والے تھے۔ سکول کی تعلیم ایک ابتدائی تعلیم ہے اور اس سے صرف اتنا نفع بنیادی ہوتا ہے کہ آدمی کو محنت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے جو کچھ ہم دوسرے معلموں کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہم خود اپنی کوشش و سعی سے حاصل کر سکتے ہیں - میں مانتا ہوں کہ جب محنت کے ذریعے سے فتح حاصل کی جاتی ہے تو اس وقت علم اپنی ملک ہو جاتا ہے مگر اس کی صفائی اور قیام تب ہی حاصل ہوتا ہے جب ہم خود اپنے ہاتھ پاؤں ہلائیں اور اپنے پاؤں چلیں - اس طرح پر حاصل کرنے سے علم نقش کالحجر ہو جاتا ہے - ایسی کوشش سے ہماری چھپی ہوئی قوتیں ابھر آتی ہیں

---

[1] سر والٹر اسکاٹ - دیکھو صفحہ ۵۶ و ۵۷ -

[2] بنجمن بورڈی - ملک فرانس کا ایک مصنف تھا - شہر پیرس میں ۱۷۴۳ء میں پیدا ہوا - اور ۱۷۹۳ء میں قتل کیا گیا -

اور اپنی ساری قوتوں پر بملا پھا قبضہ ہوجاتا ہے ظاہر ہے کہ ایک حساب کے نکالنے یا اقلیدس کی ایک شکل کے ثابت کرنے سے ہم لوگوں کو دوسرے حساب کے نکالنے یا دوسری شکل کے ثابت کرنے کی قوت حاصل ہوجاتی ہے اور ایسی قسم کی روزانہ مشق سے علم آخر ملکہ ہوجاتا ہے اگر ہم خود کوشش نہ کیں تو اوستاد یا کتاب ہمارے کس کام کے ہیں۔

اچھے اچھے اوستادوں نے اس امر یعنے اپنی تعلیم آپ کرنے پر خوب غور کیا ہے اور اسی لئے ہمیشہ اُن کی یہی کوشش رہی ہے کہ لڑکے اپنے بل چلیں۔ لنگڑوں کی طرح اُنہیں عصا کی ضرورت نہ رہے۔ سہارا ڈھونڈھنے کی عادت چھوٹ جائے۔ علم کے دریا میں بے سہارا تیرنا سیکھیں۔ اس قسم کے اوستاد پڑھاتے بہت کم تھے وہ لڑکوں کو صرف علم حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتے تھے۔ اُنہیں کام کا آدمی بناتے تھے۔ یہ لڑکوں کو وہ چیز سکھلاتے تھے جس پر عمل کرنا کتابوں کے پڑھنے سے کہیں زیادہ مفید ہے۔ ڈاکٹر آرنالڈ[1] صاحب کی یہی کیفیت تھی۔ یہ صرف لڑکوں کو اپنے بل چلنا سکھلاتے تھے۔ یہ لڑکوں کو بتلا دیتے تھے کہ انسان کس طرح اپنی کوششوں سے اپنی اندرونی قوتوں کو جو اُس میں ودیعت رکھی گئی ہیں پھر زندہ کرسکتا ہے وہ صرف لڑکوں کی رہنمائی کرتے۔ اُنہیں دلاسا دیتے۔ بلند حوصلہ بناتے۔ اور بیشک اچھے اوستادوں کا صرف

[1] ڈاکٹر آرنالڈ۔ انگلستان کا مشہور عالم اور بہت ہی محنتی آدمی گذرا ہے ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۲ء میں مرگیا۔

اتنا ہی کام ہونا چاہئے - ان کا قول تھا کہ لوگ لڑکوں کو آکسفورڈ کالج میں بھیجکر آرام طلب بنا دیتے ہیں اس سے تو بہتر تھا کہ انہیں وان ڈی منس لینڈ کے جزیرہ میں بھیجدیتے جہاں انہیں اپنی کوششوں سے روٹی پیدا کرنی پڑتی - یہ اپنے ایک محنتی اور جفاکش شاگرد کی شان میں کہتے ہیں کہ یہ لڑکا اس قابل ہے کہ میں اس کے سامنے ٹوپی اتار کے کھڑا رہوں جتنی مثالیں اس کتاب میں لکھی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑے بڑے ذہین بھی محنتی ہیں - اندازے محنت کرنی انسان کے جسم کو نافع اور مرغوب بھی ہے جس طرح پڑھنے لکھنے سے دل کی تعلیم ہوتی ہے اسی طرح محنت سے جسم کی تعلیم ہوتی ہے - ہر شخص کے بیکار اور معطل قوتوں کے لئے اسکے مناسب کوئی نہ کوئی کام یا شغل دنیا میں ضرور موجود ہے اور ہر کام کرنے والوں کے لئے ضرور فرصت کا کوئی وقت بھی ہے - محنت یعنی کسی نہ کسی کام میں مشغول رہنا انسان کی فطرت ہے اور عام انسان کو اس کی طرف ایک ایسا طبعی رجحان ہے جسکو کوئی روک نہیں سکتا - قوم کے وہ لوگ بھی جنہیں بہت فرصت رہتی ہے بعض اوقات کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور یہ ان کی مجبوری ایسی ہوتی ہے کہ اس سے چارہ نہیں بعض لومڑیوں کا شکار کرتے پھرتے ہیں بعض تو پہاڑوں پر چڑیوں کے شکار میں مشغول - اور بعض کوہستان کی فضا دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں - بیشک وہ کشتی پر سوار ہونے اور اسے کھینے - دوڑنے - اور چلنے - پھاندنے - محنت یا ورزش کی تعلیم جا بسکولوں میں ہوا کرتی ہے

بہت ہی ضروری چیز ہے ڈیوک[1] آوف ولنگٹن جنے نیپولین[2] بونا پارٹ سے جنگی اور بہادر شہنشاہ کو جنے سارے جہان میں ایک ہل چل ڈال دی تھی شکست دی تھی ایک مرتبہ کسی کالج میں لڑکوں کو کھیلتے دیکھکر کہنے لگا کہ نیپولین سے واٹرلو کی لڑائی میں نے یہیں جیتی تھی۔ کیا معنے کہ یہ ڈیوک جب لڑکا تھا تو کالج میں اور لڑکوں کی طرح یہ بھی کھیلا کرتا تھا۔ اسی کھیل کود بیچا ند محنت اور ورزش نے اُنھیں ایسی چستی اور چالاکی ہمت اور جرأت جفاکشی اور استقلال زور اور قوت بخشی جسکا نتیجہ واٹرلو کی لڑائی پر نیپولین کے مقابلہ میں ظاہر ہوا۔ جرمی ٹیلر کہتے ہیں کہ خبردار! خبردار کاہلی سے کوسوں بھاگو! اپنے خالی وقتوں کو مفید کاموں سے معمور رکھو۔ کیونکہ جب تمہارے اعضا بیکار پڑے رہیں گے اور تمہارا جسم آرام طلب ہو جائے گا اور تمہاری لطیف پاکیزہ روح فکروں اور نیک ارادوں سے معطل رہیگی اور تمہارا دماغ عمدہ خیالات سے خالی رہے گا تو ضرور ہوا ے نفسانی اور حرص۔ خبث طینتی اُس خلا میں گھر کرے گی۔ جسمانی ریاضت اور جسمانی کام سب کاموں سے زیادہ مفید ہے اور بیشک شیطان کے وسوسوں اور اُس کے فریب اور حیلوں سے بچنے کا عمدہ وسیلہ ہے۔ بیکار شخص تندرست بھی ہو تو اُس کا جسم بیشک سبک اور ہلکا ہوگا۔ اُسکے اعضا کبھی ٹھوس اور پر یا وزنی نہیں ہونے کے۔ اُسکے جسمانی اجزا کا باہمی اتصال ایک ایسی گرہ کا سا

---

[1] ڈیوک آوف ولنگٹن دیکھو صفحہ ۹۸۔

[2] نیپولین بونا پارٹ دیکھو صفحہ ۳۰۔

ہوگا جو ابھی تک خوب مضبوط باندھی نہیں گئی۔

عملی ترقی جسمانی صحت پر ہی بہت کچھ منحصر نہیں ہے ھاڈسن صاحب نے اپنے ایک دوست کو ہندوستان سے لکھا تھا کہ اگر میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں تو اس کا باعث یہی ہوگا کہ میری قوت ہاضمہ بہت درست ہے کسی کام کو دلی رغبت سے دیتیک کرتا رہنا صرف ایک تندرستی اور صحت پر منحصر ہے اوراسی لئے تندرستی کا خیال رکھنا بہت ہی ضروری ہے اسکول کے اکثر طلبا جو بے دل شاکی۔ ناخوش بشست۔ نراوہمی اور خیالی منصوبہ باندھنے والے نظر آتے ہیں۔ اسکی صرف یہی وجہ ہے کہ انکی صحت و تندرستی کی طرف پورا خیال نہیں رکھا گیا اور نہ خود انہوں نے اپنا جسمانی فرض پورا پورا ادا کیا۔ ڈاکٹر چیننگ[۱] صاحب نے لکھا ہے:۔

" افسوس کی بات ہے کہ آجکل بھتیرے لڑکے ناامیدی کے اسکول میں تعلیم پا رہے ہیں ہم خاص مہلک عارضے (یعنی ہنر باغ کی سیر اور خیالی منصوبہ باندھنے) کی مجرب دوا اور اس کے دفع ہونے کی مؤثر تدبیر اسکے سوا کوئی اور نہیں ہے کہ محنت کریں۔ جسمانی ریاضت کی روزانہ مشق کبھی نہ چھوڑیں۔

انگلستان بلکہ سارے یورپ کا نامی فیلسوف سر اسحٰق[۲] نیوٹن

---

[۱] ڈاکٹر چیننگ ملک امریکہ کا نامی موحد عیسائی تھا اسی کے وعظوں کا جہان میں شہرہ ہے۔ ۱۷۸۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۴۲ء میں مرگیا۔

[۲] سر اسحاق نیوٹن دیکھو صفحہ ۴

رچنے کئی ایسے مثلے بنائے ہیں جن سے علوم کی کیفیت ہی بدل گئی۔ اسکول میں کچھ ایسا ذہین لڑکا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہاں ہتھوڑے اور بسولے کے کاموں میں آرہ چلانے میں۔ لوہاروں کے کل کاموں میں بہت مشاق تھا لڑکپن میں اپنے کمرے میں بیٹھا چھوٹی چھوٹی گاڑیاں۔ عمدہ اور مفید کلیں بنایا کرتا اور جب جوان ہوا تو اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو میزیں بنا کر دیتا۔ کُل بڑی بڑی کلوں (جیسے ریل گاڑی وغیرہ) کے موجد اسمتھ[۱] سن۔ واٹ[۲]۔ اسٹیفن سن[۳] آرہ کشی میں نہایت مشاق تھے۔ بیشک اگر یہ چھٹ پن ہی سے جسمانی محنت کے عادی نہ ہوتے تو جوانی میں اتنا کچھ نہ کر سکتے الی ہیوبرٹ[۴] لکھتا ہے کہ اگر میں جسمانی محنت چھوڑ دوں تو مجھ سے اچھی طرح پڑھنا ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ یہ ایک دفعہ جسمانی محنت نہ کرنے سے جو اکتا یا تو لڑکوں کا پڑھانا اور اپنا پڑھنا سب کو تج دے چند روز تک صرف نجاری ہی کرتا رہا۔ لازم ہے کہ لڑکوں کو ابتدا میں دستکاری سکھلائی جائے اور اُن کو ایسے ایسے کاموں میں لگایا جائے

[۱] اسمتھ سن انگلستان کا مشہور انجینیر تھا اِسنے کئی کلیں اور بہت سی عمارتیں بنائی ہیں۔ ۱۷۲۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۲ء میں مرگیا۔

[۲] واٹ دیکھو صفحہ ۵۶

[۳] اسٹیفن سن دیکھو صفحہ ۵۶

[۴] الی ہیوبرٹ۔ ملک امریکہ کا عالم تھا۔ اِس نے کئی زبانوں کو حاصل کیا ۱۸۷۹ء میں مرگیا۔

جس سے اُن کی جسمانی صحت روزافزوں ہو۔ پہلے اُن کو علم جرثقیل کی چھوٹی چھوٹی باتیں عملی طور پر بتلائی جائیں پھر اُن کو اس میں مشاق بنایا جائے۔ تاکہ جب وہ بڑے ہو جائیں اور دُنیا میں کچھ کرنا چاہیں تو اُن کو محنت کی عادت پڑی رہے اور اُسوقت کسی کام سے اُن کا جی اُکتا نہ جائے۔ کیا بُرا دستور ہے کہ غُربا اور مزدوری سے پیٹ بھرنے والے صرف محنت ہی کیا کرتے ہیں۔ اور روحانی ترقیوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے۔ اُمرا اور لکھے پڑھے جسمانی محنت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور نرے کتاب کے کیڑے ہی بن جاتے ہیں۔ اِس لئے دونوں فرقوں میں دونوں صفتوں کا اکٹھا کر دینا بہت ہی ضرور ہے۔ ہر ایک دونوں صفتوں سے مالا مال ہو ہر ایک فرقہ اپنی کمی اور نقصان کو پورا اور کامل کرے۔ ایک محقق کی تحقیق ہے کہ دُنیا میں جتنے بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں وہ صرف اِسیوجہ سے بڑے نہیں ہوسے تھے کہ روحانی صفتوں میں ہی وہ کامل اور عام آدمیوں سے ممتاز تھے بلکہ وہ اِسوجہ سے بڑے آدمی تھے اور بڑے آدمی کہلائے کہ جس طرح وہ روحانی صفتوں میں کامل اور سب سے ممتاز تھے اِسی طرح جسمانی قوتوں میں بھی پورے اور عوام سے بڑھکر تھے۔ قانون دانوں۔ وکیلوں۔ سلطنت کا انتظام کرنے والوں کا عام لوگوں سے زیادہ قوی ہونا ایک بہت ہی ضروری امر ہے کیونکہ اُن کو دن دن بھر بند جگہوں اور تنگ مکانوں میں رہنا۔ بکنا اور سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ نامی قانون دان اور مدبرانِ سلطنت عام آدمیوں کے اعتبار سے قوی الجسم تھے۔

بروہم - لنڈہرسٹ - کیمبل - پیل - پامرسٹن یہ سب کے سب قوی الجسم تھے - والٹر اسکاٹ کچھ ایسا ذہین نہ تھا یہ اپنے اسکول کی جماعت میں گدھا کہلاتا تھا لیکن محنت اور جسمانی ریاضت میں اوستاد تھا - چنانچہ جب اُس نے اپنی عجائب و غرائب تصانیف سے لوگوں کو حیرت میں ڈالنا شروع کیا تو اُس وقت بھی جسمانی محنت کی خواہش اس کے دل سے دور نہ ہوئی اور برابر شکار کھیلا کیا - پروفیسر ولسن[6] جیسا نامی شاعر اور فصیح البیان تھا ویسا ہی قوی اور محنت اور ریاضت میں بے مثل اور یکتا بھی تھا -

---

ف[1] بروہم دیکھو صفحہ ۱۰

ف[2] لنڈہرسٹ انگلستان کا جج پارلیمنٹ کا ممبر تھا - ملک امریکہ میں ۱۷۷۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۳ء میں مرگیا -

ف[3] کیمبل پارلیمنٹ کا مشہور ممبر اور کئی کتابوں کا مصنف تھا ملک اسکاٹلینڈ میں ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۱ء میں مرگیا -

ف[4] پیل دیکھو صفحہ ۱۰

ف[5] پامرسٹن پارلیمنٹ کا ممبر تھا اِس نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں ۱۷۸۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۶۵ء میں مرگیا -

ف[6] وِلسن - اسکاٹ لینڈ کا مشہور مصنف اور شاعر - نہایت قوی الجسم آدمی تھا - اِس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں ۱۷۸۵ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۴ء میں مرگیا -

اسحٰق برو[1] کشتی لڑنے اور اینڈ رُوفولڈ گھونسا چلانے میں لاجواب تھے
آدم کلارک[2] پتھروں کے اٹھانے اور پھینکنے میں مشہور تھا اور شاید
یہی وجہ تھی کہ آیندہ اِس نے پتھروں سے مشکل اور وزنی خیالات کو دُنیا
میں پھیلایا۔

روحانی صفات کی ترقی بھی بنہایت ضروری ہے۔ محنت ایک ایسا
قوی اور زور آور جن ہے جو سب پر فتحیاب ہوتا ہے۔ علی الخصوص علم کی
سلطنت پر تو پورا پورا اِسی کا دخل و قبضہ ہے چیٹرٹن کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ
نے انسان کو بہت ہی لانبے لانبے ہاتھ دیکر پیدا کیا ہے۔ یہ جس چیز پر
چاہے اپنا قبضہ کر سکتا ہے۔ دلیری اور محنت کی ضرورت ہر جگہ اور ہر کام
میں ہے۔ اگر انسان اپنی تعلیم کرنے پر خود متوجہ ہو اور وقت کو بیکار اور ضائع
نہ ہونے دے اور موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دے تو وہ کیا ہے جو نہیں کر سکتا
اور کون سا علم و ہنر ہے جو نہیں سیکھ سکتا اور وہ کون سی فضیلت یا کون سا
فائدہ ہے جو نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

---

[1] اسحاق برو انگلستان کا پادری اور نامی سندس تھا۔ شہر لندن میں ۱۶۳۰ء میں پیدا
ہوا اور ۱۶۷۷ء میں مرگیا۔

[2] آدم کلارک ایل ایل ڈی۔ انگلستان کا مشہور پادری اور علوم مشرقی کا
بڑا ماہر ایک بڑا محنتی شخص ہے۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں
۱۷۶۲ء میں پیدا ہوا۔

فرگیوسن[1] بھیڑیں چراتے چراتے علم ہیئت آپ سے آپ سیکھ گیا۔ اسٹون[2] باغبان کے ہاں نوکر بھی تھا اور علم حساب بھی سیکھتا تھا۔ ڈرو[3] نے علم حکمت سیکھنا اور جوتا بنانا دونوں کام ایک ساتھ کیا۔ بلر[4] نے جیالوجی زمین کھودتے کھودتے سیکھا۔

رینالڈ[5] لکھتا ہے اگر تمہیں ذہن ہے تو محنت سے اسپر اور جلا ہو گی تمہارا ذہن دونا بلکہ کہیں زیادہ ہو جاوے گا اور اگر تم کند ذہن ہو تو محنت ضرور تمہاری کمی کو پورا کر دیگی۔ اچھی طرح پوری محنت کرنے سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے اور اسکے بغیر کچھ بھی نہیں۔

---

[1] فرگیوسن ملک اسکاٹ لینڈ کا نامی فلاسفر اور ریاضی دان بہت ہی غریب آدمی تھا لیکن محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی ۱۷۱۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۷۶ء میں مر گیا۔

[2] اسٹون ملک اسکاٹ لینڈ کے باغبان کا لڑکا تھا محض اپنی کوشش اور سعی سے کئی علوم پر حاوی ہوا سترہویں صدی کے اختتام میں پیدا ہوا اور ۱۷۶۸ء میں مر گیا۔

[3] ڈرو۔ دیکھو صفحہ ۶۰

[4] بلر دیکھو صفحہ ۲۴

[5] رینالڈ انگلستان کا نامی مصور جسکی تصویریں یادگار زمانہ ہیں ۱۷۲۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۲ء میں مر گیا۔

مسٹر ڈوس[1] لکھتا ہے کہ میں ایسے بہت لوگوں سے ملا ہوں جو بڑے ذہین مشہور تھے۔ لیکن دریافت سے معلوم ہوا کہ اصل میں وہ بڑے محنتی تھے۔ بیشک بے محنت کے ذہانت محض ہیچ اور پوچ ہے۔ انسان اُسی کام میں اپنی اوقات عزیز اور محنت کو صرف کر سکتا ہے جسکی اُسکے دل میں پوری عظمت اور وقعت ہو۔ محض معمولی ارادوں اور جھوٹی خواہشوں سے کسی چیز میں پوری محنت نہیں ہو سکتی آسانی محنت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کوئی آسان کام ایسا نہیں ہے جو پہلے کسی زمانہ میں مشکل نہ رہا ہو۔ اسی چلنے پھرنے کو دیکھو کہ بچپن میں ہم کو کیسا کچھ مشکل معلوم ہوتا تھا۔ کتنی بار ہم نے ٹھوکریں کھائیں۔ آپ کو گرتے دیکھا اور اب ہم ہی ہیں کہ چلنے پھرنے کو کیسا آسان کام سمجھتے ہیں۔ وہ فصیح البیان جن کی طلاقت لسانی دیکھکر لوگ دنگ ہو جاتے ہیں جو اپنے خیالات کے زور سے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیتے ہیں جن کی زبانوں میں دریا کی سی روانی معلوم ہوتی ہے جن کے بولنے میں پھول جھڑتے ہیں جن کی باتیں دُرِ آبدار کی طرح چمکتی نظر آتی ہیں جو اپنے بے مثال خیالات کو گوہر فشاں جملوں میں بے تکلف کیسی آسانی کے ساتھ ادا کرتے ہیں کیا انہیں یہ کمال یکبارگی حاصل ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے برسوں اس میں کوششیں کی ہیں اور سیکڑوں دفعہ پریشان ہوئے ہیں۔ بیسیوں مرتبہ غلطیاں کی ہیں۔ مدتوں اُلجھے رہے ہیں تب اگر اب اتنے

---

[1] ڈاکٹر ڈوس انگلستان کا مشہور ریاضی دان تھا اسنے ایک بہت بڑی دوربین بنائی ہے سنہ ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۶۷ء میں مر گیا۔

سلجھے ہیں۔

ہر کلام کو پیدا اور درست ہی کر چھوڑنا یہ دو چیزیں تعلیم کے لئے بہت ضروری ہیں۔ فرانسٹس[1] نے اپنی ترقی کے لئے جتنے اصول و قواعد مقرر کئے تھے اُن میں سے اِس بات کو اُنھوں نے بہت مدنظر رکھا تھا کہ کسی ایک چیز میں پوری طرح سے برابر محنت کرتے رہنا اور اُسکا پورا مالک بن جانا چاہیئے۔ یہ بہت سی کتابیں نہیں پڑھتے صرف چند ہی کتابوں کا مطالعہ کرتے لیکن نہ صرف سرسری نظر سے بلکہ اُنھیں چند کتابوں میں ایسا ڈوب جاتے اور اُن کی ہر ایک باریکیوں میں ایسا تیر جاتے جیسے خوشی روح میں اور محبت عاشقوں کے رگ و پے میں۔ کثرت معلومات اور بہت سی کتابیں چاٹ جانے پر کبھی نہ جانا چاہیئے صرف اُسی قدر پر توجہ کرنی چاہیئے جسکو پوری طرح سے عمل میں لاسکیں۔ اِسی واسطے عمل کرنے کے لئے تھوڑا مگر کامل اور صحیح علم ہمیشہ اُس سے کہیں زیادہ مفید ہوتا ہے جو محض بالائی اور سرسری ہو۔

لاویلا[2] کی رائے ہے کہ جو شخص ایک وقت میں صرف ایک ہی کام کرتا ہے وہ اُس شخص سے کہیں بہتر ہے جو ایک وقت میں کئی کاموں کا خون کرے ایک ہی وقت میں چند کاموں کی طرف متوجہ ہونے سے انسان کی قوت بٹ جاتی ہے اور وہ اُن میں سے کسی کام میں بھی اپنی پوری

---

[1] فرانسس ہارنر دیکھو صفحہ ۹۲۔

[2] لاویلا ملک ہسپانیہ کا رہنے والا۔ ایک عیسائی فرقہ کا موجد۔ نامی واعظ تھا۔ ۱۴۹۱ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۵۶ء میں مرگیا۔

قوت صرف نہیں کرسکتا۔ آخرش وہ اُن سب میں ناکامیاب رہتا ہے اور
اُس کی آیندہ کی ساری ترقیاں رُک جاتی ہیں۔ تلوّن بے استقلالی اور
گھبراہٹ اُسکا خمیر بن جاتا ہے اور پھر ہر کام کو وہ ادھورا چھوڑنے لگتا ہے
لارڈ ایلڈن نے بکسٹن کو لکھا تھا کہ بھائی میری کامیابی کی اصل وجہ صرف
یہی ہے کہ میں نے ابتدا ہی میں قانون میں پوری لیاقت حاصل کرنے کا
مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ جو کچھ میں پڑھتا اُسے صرف پڑھ ہی نہیں لیتا بلکہ اُسے
اپنا کرلیتا تھا۔ جب تک میں ایک کام کو پورا نہ کرلیتا تب تک دوسرے
کام کے گرد بھی نہ بھٹکتا تھا۔ میرے ساتھی روزانہ اتنا پڑھتے تھے۔ جتنا
میں ہفتہ بھر میں پڑھتا تھا۔ لیکن بارہ مہینے کے بعد جتنا میں نے پڑھا تھا وہ
ویسا ہی تروتازہ اور یاد تھا اور وہ بیچارے ساتھی اپنے پڑھے ہوئے میں سے
بہت کچھ بھول چکے تھے۔

انسان بہت سا پڑھ جانے سے کچھ عقلمند نہیں ہوجاتا بلکہ اگر کسی تدبیر
سے وہ عقلمند ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ صرف اپنے خیالات کو مجتمع کرے
اور اپنے دل کی تعلیم کرے ابرنتھی[۵] لکھتا ہے کہ انسان کا دل ٹھیک
بھیگے ہوئے کپڑے کا سا ہے۔ جتنا پانی اُس میں فاضل ہے۔
وہ اُس سے ٹپک پڑتا ہے اور جسقدر اُس میں جذب ہوسکتا ہے اُسقدر
باقی رہ جاتا ہے۔

---

۵ ابرنتھی۔ ایک نامی ڈاکٹر تھا اِسنے علم طب میں کئی نئے اصول ایجاد کئے اسکاٹلینڈ
میں ۱۷۶۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۱ء میں مرگیا۔

عمدہ تحصیل وہ ہے جسکی بنا کسی مقصد اور کسی غرض پر ہو۔ کسی خاص علم کو کامل توجہ کے ساتھ پڑھنے سے وہ علم اس قابل ہوجاتا ہے کہ اُسے حسب چاہیں عمل میں لاویں۔ اسی لئے کتابوں کے پاس صرف چھاولی دینے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ علم اور عقلمندی کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ ہمدم ہمارے ساتھ رہیں۔ اگر ہمارے گھر میں لاکھوں روپے جمع ہوں مگر سفر میں ہماری جیب میں ایک جھنجی بھی نہ ہو تو وہ سب روپیہ اُس وقت کس کام کے ہیں اسلئے ضرور اور لازم ہے کہ عقلمندی اور علم اور ہنر کا سکہ ہر وقت ہمارے دل کی جیب میں موجود رہے کہ جہاں ضرورت پڑے ہم بے تکلف اُسے صرف میں لا سکیں اور اُس سکہ سے نفع اٹھا سکیں۔

اپنی آپ تعلیم کرنے کے لئے مستعدی اور قوت فیصلہ کی بہت ضرورت ہے میری دانست میں ان صفتوں کی ترقی کے لئے بچوں کو اپنے اوپر اعتماد کرنے کی تعلیم اور بچپن ہی میں حتی الامکان اُنہیں پوری آزادی دیدینی بہت ہی لازمی اور ضروری امر ہے۔ جن بچوں کے والدین اُن کے ہر کاموں میں دخل اور سہارا دیا کرتے ہیں۔ اُن کے ہر کاموں میں ہدایت کیا کرتے ہیں اُنہیں ہر وقت بتایا سکھلایا کرتے ہیں وہ بچے کبھی اپنی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اِس عُمدہ اور ضروری صفت میں کبھی ترقی نہیں پا سکتے۔ اُن کے والدین اپاہجوں کے عصا ہیں جسکے سہارے یہ اپاہج لٹکے چل رہے ہیں افسوس!

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّا — کارِ طفلاں تمام خواہد شد

یہ کم بخت کوتہ اندیش والدین اتنا نہیں سمجھتے کہ آخر دنیا میں انہیں ضرور ایک نہ ایک دن اپنے بل چلنا ہی پڑے گا۔ پھر اگر انہیں ابھی سے اِسکی عادت نہ ہی اور سہارا ڈھونڈھنے کی خو پڑی رہی تو اُسوقت اُن ننھے سے بچوں پر جسوقت یہ بوڑھے والدین قبر میں سوتے ہونگے کیسی مصیبت کا آسمان ٹوٹ پڑیگا۔ ایسی آسان سی بات اِن کم عقلوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اپنے اوپر بھروسہ اور اعتماد نہ کرنا انسان کی ترقی میں کس قدر حارج ہے *

باب (۷)

نمونہ اور مثال

از نیک و بدت چو ہست بخشے مارا	وز سوز و غمت ملال و عیشے مارا
زنہار تو بد مکن کہ ہم بد گردیم	پستی منگر کہ پست بجد گردیم
بر اوج نیکوی شو دلیل عزت	وز بہر عروجِ ما مثالِ ہمت

عمل بہت بڑا معلم ہے اگرچہ خود نطق سے محروم ہے۔ لفظوں سے عمل کا درجہ کہیں زیادہ ہے۔ نصیحت سے صرف رہنمائی ہوتی ہے مگر اصل یہ ہے

کہ انسان نصیحت کے عملی برتاؤ ہی کو دیکھ کر فائدہ پاتا ہے نصیحت کے عمدہ ہونے میں کچھ کلام نہیں لیکن جب تک یہ عمل کی کسوٹی پر کسی نہ جائے۔ بالکل بے اثر ہے۔ یہ مشہور مقولہ کہ "انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال" (باتوں پر خیال رکھو کہنے والوں پر نہ جاؤ) صرف کہاوت ہی کہاوت ہے۔ اس جہان میں ٹھیک اسکے برخلاف عملدرآمد ہے گویا سب زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ جو تم کروگے وہی ہم کریں گے اور صرف بات بنانے کو ہم جھوٹی کہانی سے زیادہ بے وقعت سمجھیں گے۔

ہم جسقدر آنکھ سے سیکھتے ہیں اُسقدر کان سے نہیں سیکھتے۔ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اُسکا اثر اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جسکو ہم صرف کانوں سے سُن لیتے یا کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں خصوصاً بچپن میں تو جو کچھ انسان سیکھتا ہے زیادہ تر آنکھوں ہی سے سیکھتا ہے۔ بچے جو کچھ دیکھتے ہیں بے سمجھے بوجھے اُسکی نقلیں کرنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے ساتھیوں کے سے ہوجاتے ہیں۔ بچوں کی مثال ٹھیک اُن کیڑوں کی ہے جو جس رنگ کے درختوں پر رہتے ہیں اُسی رنگ وروپ کے ہوجاتے ہیں اسی لئے بچپن میں تعلیم کا عمدہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسکول میں کیسی ہی عمدہ تعلیم کیوں نہ ہوتی ہو لیکن انسان جو کچھ گھر میں سیکھتا ہے اُسکا اثر اُس سے کہیں قوی ہوتا ہے اور اکثر بیرونی تعلیموں پر غالب آجاتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قوم کی قوم اپنے گھروں ہی میں سنورتی یا بگڑتی ہے۔

چھوٹے چھوٹے کاموں کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے بعض اوقات صرف اشاروں کا اثر نقش کالحجر ہو جاتا ہے اور بڑے بڑے نتائج کا باعث ہوتا ہے۔ **ویسٹ** لکھتا ہے "میںنے لڑکپن میں ایکبار خوب محنت کر کے ایک تصویر کھینچی - یہ تصویر میری نظروں میں بہت پیاری اور بھلی معلوم ہوئی۔ میں دوڑا ہوا اُسے اپنی ماں کے پاس لے گیا - میری ماں اُسے دیکھ کر مسکرانے لگیں۔ اور خوش ہو کر میرا بوسہ لے لیا - اُس بوسہ کا یہ اثر ہوا کہ میں آخر کش بڑا مصور ہو گیا" فی الحقیقت اگر مائیں لکھی پڑھی ہوشیار ہوں اور موقع محل پر اسی طور سے بچوں کا حوصلہ بڑھایا کریں اور بے موقع ناز و پیار سے لڑکوں کو خراب نہ کریں تو ملک کی بڑی ترقی ہو - بچپن کی ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں جوانی میں بہت بڑے بڑے نتیجے پیدا کرتی ہیں - اور جوانی میں خوش یا مغموم رہنا ایسی ہی ادنی سی باتوں پر بہت کچھ منحصر رہتا ہے۔ اِس جہان کے وہ اشخاص جن کی ذات سے بنی انسان کو بہت فائدہ پہونچا ہے اور جن کی بھلائی اور نیکی کا اثر ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے وہ عموماً نیک اور تعلیم یافتہ ماؤں ہی کی گود میں پلے تھے - یہ مذکورہ تاریخی واقعہ غور کے قابل ہے اور عورتوں کے تعلیم یافتہ ہونے کو کسقدر ضروری اور فرض ثابت کرتا ہے۔

لہ ویسٹ ملک امریکہ کا مشہور مصور تھا - لنڈن آ کر اسنے بہت شہرت حاصل کی۔ اور جارج بادشاہ انگلستان کے الطاف خاص کا مورد ہوا - ۱۷۳۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۰ء میں مر گیا۔

یینگ ڈیل لکھتا ہے "جتنی ہدایتیں اور نصیحتیں کہ میری والدہ نے مجکو کیں ہیں اگر سارے جہاں کی نصیحتوں اور ہدایتوں سے انکا موازنہ کیا جائے تو عالم کی نصیحتیں انکے پاسنگ کو بھی نہ پہونچیں" اگر والدین کی دلی آرزو اور خواہش یہ ہے کہ انکی اولاد نیک چلن اور صالح ہو تو اس امر کے لئے انکو صرف اپنے حسن اخلاق اور نیک چلنی پر لحاظ رکھنا کافی ہے۔

انسان کا کوئی کام اور کوئی خیال ایسا نہیں ہے جو بے انتہا نتیجے نہ پیدا کرتا ہو۔ بھلے اور بُرے دونوں کام ہمیشہ زندہ اور اپنے ثمرے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ہمیں دکھائی نہ دیں۔ ذلیل سے ذلیل اور ناپُرساں سے ناپُرساں بھی اسکا دعوے نہیں کرسکتا کہ میرے قول اور فعل کا کسی پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس ساری کائنات میں کوئی بھی کسی سے جُدا نہیں۔ سب کے سب ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ ہر شخص اپنی برائیوں اور نیکیوں سے دُنیا کی بُرائیوں اور نیکیوں کی تعداد بڑھا یا گھٹا رہے ہیں جس طرح اگلوں کے اقوال و افعال کا اثر ہم پر ہے اُسی طرح ہمارے اعمال کا اثر آیندہ زمانہ میں آنے والی قوم پر ہوگا۔ انسان ایک ایسا پھل ہے جو سیکڑوں صدیوں کی سعی اور کوششوں سے بڑھتے بڑھتے اس حالت تک پہونچا ہے۔ ہزاروں برس کی قومیں گویا ایک دوسرے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی ہیں اور موجودہ قومیں بھی قول و فعل کے

لہ یینگ ڈیل انگلستان کا ایک بہادر آدمی تھا کئی لڑائیوں میں شریک رہا لارڈ کا خطاب بھی حاصل کیا اور ۱۸۶۳ء میں مرگیا۔

متقاطیسی سلسلہ کو آیندہ کی قوموں میں جاری رکھیں گی۔ کسی انسان کا کام فنا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اُسکا جسم خاک ہوکر ہوا میں اُڑ جائے اُسکا پتہ تک نہ ملے لیکن بھلے اور بُرے کام ہمیشہ اپنا اثر پیدا کرتے رہینگے۔

زندہ است نامِ فرخ نوشیرواں بعدل گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

اگر انسان اِس بلیغ مضمون کو خوب سوچے تو معلوم ہو کہ اُسپر کتنی بڑی جوابدہی ہے۔ ایسے ہی غور و فکر کے بعد انسان اپنے نیک کاموں سے خوش اور بُرے کاموں کے ہولناک نتیجوں کو سمجھ کر خوف زدہ ہو سکتا ہے

مسٹر بیبج[۱] لکھتا ہے "اِس جہان کے ایک ایک ذرہ میں انسان کی بھلائی اور بُرائی کا اثر موجود رہتا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ہوا ایک کتب خانہ ہے جس میں ہر انسان کے الفاظ لکھے ہیں وہ کُل وعدے جو پورے ہوئے وہ کُل سخت الفاظ جو مُنہ سے نکالے گئے وہ کُل گالیاں جو دی گئیں سب اُس میں موجود ہیں[۲]۔ صرف ہوا ہی نہیں بلکہ زمین سمندر اور سب چیزیں انسان کے افعال اور خیالات کی مورخ ہیں۔ علوم جدیدہ نے اب اِن باتوں کو نہایت صاف طور سے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی حرکت زایل نہیں ہوتی۔ علم جرثقیل سے ثابت ہے کہ ہر قاتل کے سیکڑوں گواہ

---

[۱] مسٹر بیبج ایک مشہور ریاضی دان ہے اِسنے کئی چیزیں ایجاد کی ہیں اور ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوا تھا۔

[۲] مَا یَلفِظُ مِن قَولٍ اِلَّا لَدَیہِ رَقِیبٌ عَتِیدٌ انسان جتنی باتیں اپنے مُنہ سے نکالتا ہے اُن سب کے لئے ایک ہوشیار محافظ ہے۔

ہیں - قتل کے وقت - اُس کے جسم سے جو حرکت صادر ہوئی جس طرح اُس کا
ہاتھ ہلا وہ سب قایم ہے -

غرض جو کام ہم کرتے ہیں - جو لفظ ہم بولتے ہیں - جس حرکت کو ہم دیکھتے
ہیں - جس بات کو ہم سنتے ہیں سب میں اثر ہے اور وہ برابر پھیلتا جاتا ہے
اور وہ صرف ہم پر ہی اثر پیدا نہیں کرتا بلکہ ساری قوم کو اپنے رنگ میں رنگتا
ہے - ہاں یہ ممکن ہے کہ ہم اُسکی رنگ ساری کی ترکیب سے واقف ہوں اس لیے
بہت ضرور ہے کہ ہمیشہ لوگوں کو عمدہ نمونہ دکھاؤ - ہمیشہ ایسے خیالوں کو دل میں
جگہ دو جو فائدہ مند ہوں ہمیشہ ایسے لفظ بولو جو بکار آمد ہوں ہمیشہ ایسے کام کرو
جسکو دیکھ کر لوگ نیک صفات پائیں -

انسان کتنا ہی غریب اور لوگوں کی نظروں میں کتنا ہی ذلیل کیوں نہ ہو
لیکن وہ سچی تعلیم سے تمام اپنی قوم کو فائدہ پہونچا سکتا ہے روشنی زیادہ
پر ہو یا نہ ہو مگر اُسکی شعاع ضرور پھیلتی ہے - ؎

گرمی نہ بہ ویرانہ و آبادی یکے است

نیک چلن انسان خواہ ستارہ بلند ہو کر سارے جہان میں مشہور ہو - خواہ ایک
جھونپڑے میں پڑا رہے اور ہل جوتا کرے - اُسکی نیک چلنی کا اثر بنی نوع انسان
پر ضرور ہوتا ہی ہے -

شاخ گل ہر جا کہ مے روید گل است　　خم مُل ہر جا کہ مے جوشد مُل است

زندگی عمدہ طور سے نیک کاموں میں بسر کرنا اپنے وارثوں بلکہ سارے جہان کے
لئے ایک بیش بہا میراث چھوڑ جانا ہے - کیونکہ ایسی زندگی نیک چلنی

پر ایک نہایت بلیغ لکچر اور بدچلنی کی ایک سخت ہجو اور مذمت ہے۔ وہ کیسے خوش نصیب لڑکے ہیں جو انگلستان کے نامی شاعر پوپ کی طرح کہہ سکیں تیرے والدین نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسکو یاد کرکے مجھ کو شرم آئے الحمدللہ کہ میں نے بھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کو سنکر اُنکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

چس[1] ہلم صاحبہ اپنی کامیابی کی وجہ اس طرح بیان کرتی ہیں:۔ "جب میں نے کسی نیک کام کو کرنا چاہا تو فوراً اُس میں مشغول ہو گئی۔ باتیں ہی نہ بناتی رہی"۔ واقعی اگر مسیم صاحبہ اُن کاموں کے بارے میں صرف تقریریں ہی کرتی پھرتیں تو وہ کام زبانی ہی رہتا لیکن چونکہ اُنھوں نے زبانی جمع و خرچ کے بدلے اُن کاموں کو کرنا بھی شروع کر دیا اسلئے اُن کے معاون بھی کھڑے ہو گئے اور وہ کام بھی بخوبی انجام کو پہونچ گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات بہت صحیح معلوم ہوگی کہ خوش تقریر اور عالی خیال آدمی اُسقدر مفید خلایق نہیں ہے جتنا کہ عمدہ کام کرنے والا۔

اگر ٹومس[2] سائبٹ صرف یہ کہتا ہی پھرتا کہ سرکاری مجرم سزا پانے کے بعد بھی کام کے آدمی نہیں ہوتے اور سرکار اُن کی تہذیب اور اصلاح کی کوشش

[1] چس ہلم صاحبہ۔ انگلستان کی مشہور انسان دوست عورت تھی اپنے ہزاروں ہم قوموں کو کام کا آدمی بنایا۔ کئی نیک کام کئے۔ جزیرہ او سٹریلیا میں رفاہ عام کا کارخانہ جاری کیا۔ ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئی تھی۔

[2] ٹومس سائبٹ دیکھو صفحہ ۱۰۱۔

نہیں کرتی تو کیا بنتا۔ پیدا ہوتا۔ یہ تو ایک ادنیٰ دوکاندار تھا۔ اسکی باتوں کی پروا کسکو تھی۔ مگر اسنے بجائے گلہ اور شکوہ کرنے کے خود کمر ہمت چست باندھی اور جو قیدی رہا ہوا اسکو کام کا آدمی بنانے کی فکر میں لگا اور سیکڑوں کو راہ راست پر لایا۔ اسکی کوششوں سے سیکڑوں مجرم ایسے نیک کردار اور لایق ہوگئے کہ پھر قیدخانہ جانے کی انہیں نوبت نہ آئی۔

اگر جان پونڈ یہی لکھ دیتا پھرتا کہ غریبوں کے لئے اسکول جاری کرنا چاہئے تو ادنیٰ موچی کی ہدایت پر کون چلتا؟ کیا وہ اسکول کبھی جاری ہوتا؟ لیکن جب اُسنے وہ اسکول خود جاری کر دیا تو اُس سے کتنے غریب لڑکوں کو فائدہ پہونچا۔ ڈاکٹر گتھری اس اسکول اور اُس کے بانی کے بارے میں لکھتے ہیں "جان پونڈ۔ پورٹس موتھ کے موچی کو غربا کی حالت پر رحم آیا۔ کوئی امیر یا امیرزادہ تو اس طرف متوجہ نہ ہوا لیکن اس موچی بیچارے نے اپنی کوشش و سعی سے غربا کے لئے ایک اسکول جاری کر دیا۔ یہ نیک آدمی ہمیشہ لڑکوں کے فراہم کرنے کی فکر میں رہتا اور انہیں بھنے آلو کا لالچ دیکر بلا لاتا اور پڑھواتا۔ بیشک یہ شخص فخرِ انگلستان تھا۔ جتنی عمارتیں ناموروں کی یادگار کے لئے دنیا میں بنائی جاتی ہیں۔ اُن سب سے بلند عمارت اِس موچی کے لئے بنانا لازم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس دن عزت حقدار ہی کو ملیگی اور ہر مستحق اپنی داد پائے گا اُس دن اُن مشہور آدمیوں کے غول میں سے جن کی تعریف میں شاعروں اور مورخوں نے قصیدے پر قصیدے لکھے ہیں۔ اور تواریخ کے صفوں کے صفحے سیاہ کر ڈالے ہیں اس غریب بیچارے کو صف چیرتے

ہوسے اُس پیارے حاکم کے پاس لے جائیں گے جو فرماتا ہے کہ جس نے میری ایک ادنیٰ مخلوق پر بھی احسان کیا تو گویا اُس نے مجھ پر احسان کیا اور اُس وقت وہ منصف شہنشاہ اپنے پاک ہاتھوں سے عزت اور فخر کا تاج اُسکے سر پر رکھے گا۔

نصیحت جسقدر نیک مادہ تیار کرتی ہے بُری صحبت اُسکو فوراً برباد کر دیتی ہے صحبت کا بڑا اثر ہے۔ لڑکپن میں لڑکوں کو بُرے آدمیوں کی صحبت سے بچانا بہت ہی ضرور ہے ایک صاحب کا قول ہے کہ تنہائی بُری صحبت سے کہیں افضل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ آدمی ایسوں کی صحبت اختیار کرے جو اُس سے اچھے ہوں اور اگر یہ نہو تو اُسکے برابر تو ضرور ہوں ؎

ہم نشین تو از تو بہ باید　　تا ترا عقل و دیں بیفزاید

اگر کسیکا چال وچلن دریافت کیا چاہو تو اُسکی صحبت کے آدمیوں کے چال چلن پر قیاس کر لو۔ جو جیسا ہوتا ہے اُسکے جلیس بھی ویسے ہی ملتے ہیں ؎

کند ہمجنس باہم جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز با باز

سٹر پلرنسلی[1] ایک بڑا نامی مصور تھا۔ یہ لکھتا ہے "میں حتے المقدور بُری تصویروں پر نظر نہیں ڈالتا کیونکہ بُری تصویروں کے دیکھنے سے میرا قلم بیساختہ ویسی ہی تصویریں کھینچنی سیکھ لیتا ہے اسیطرح انسان بُروں کی صحبت میں بُرائی اخذ کر لیتا ہے اور اُسے خبر تک نہیں ہوتی"

[1] سر پٹر لسلی ایک نامی مصور تھا جنے جیمس بادشاہ کے لئے بہت سی تصویریں بنائی تھیں۔ ۱۶۱۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۸۰ء میں مر گیا۔

اچھے آدمی اپنا اثر ضرور پہنچاتے ہیں۔ سیر کرنے والے جب پھولوں کے چمن میں سے ہو کر گذرتے ہیں تو اُن کے کپڑوں کے ساتھ پھولوں کی باس لپٹی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان جب نیکوں کی صحبت سے آتا ہے تو کچھ کچھ اُن کا اثر لیتا ہی آتا ہے۔ بہتیرے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی صحبت میں ہی سپوت پنا دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ اُنکے خیالات عالی اور حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔ دلیروں کو دیکھکر بزدلوں میں بہادری آجاتی ہے جو افسردوں کی حکایتیں سُنکر اُن میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ دل میں عجیب طرح کی اُمنگیں ہوتی ہیں۔ زِسکا[1] بوہیمیہ والوں کو جوش دلانے کے لئے یہ وصیت کر گیا کہ میرے چمڑے کا طبل بنا کر جنگ میں بجایا جائے اُسکو یقین تھا کہ اُس طبل کی آواز ہی مُردہ دلوں کو زندہ بنا دیگی۔

سکندر بیگ[2] اپیرس کا بادشاہ جب مرگیا تو اُس کی فوج نے اُس کی ہڈیوں کا تعویذ اِس غرض سے بنایا کہ اُن کی ہمتوں میں ترقی اور دلوں میں جوش پیدا ہو۔

سوانح عمری پڑھنے کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کو عمدہ مثالیں ملتی ہیں

[1] زِسکا۔ ملک بوہیمیہ کا نامی شریف آدمی تھا۔ بہت سی لڑائیاں لڑا۔ بڑا ہی دلیر تھا [illegible]ء میں پیدا ہوا اور [illegible]ء میں مرگیا۔

[2] سکندر بیگ ۔ البانیا کا شاہزادہ تھا۔ یہ بڑا ہی دلیر شخص گذرا ہے اِس نے سلطان روم سے لڑکر البانیا کو آزاد بنایا [illegible]ء میں پیدا ہوا۔ اور [illegible]ء میں مرگیا۔

متقدمین جس طرح اپنے کاموں کی بدولت زندہ ہیں اسیطرح وہ اپنے تذکروں کے باعث بھی زندہ ہیں۔ سوانح عمری پڑھنے سے گویا ہم اُن سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ مصافحہ کرتے ہیں اور وہ ہمیں نصیحت اور ہدایت کی باتیں سُناتے ہیں اور ہم سے کہتے ہیں کہ تم بھی ہم سے ہو جاؤ اور ہماری راہ چلو۔ سوانح عمری کے ذریعہ سے اگلے زمانہ کے بڑے بڑے آدمی گویا پھر ہم لوگوں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ گویا ہمارے جسموں میں حلول کرتے ہیں۔ اور پھر اِس دُنیا میں آکر عجیب وغریب کام کرتے ہیں۔ ایسی کتابیں جن میں بڑوں کے سچے حالات لکھے ہوں ایک بہت بڑا ہدایت نامہ ہے ایسی کتابوں کے پڑھنے سے انسان عالی خیال اور بلند حوصلہ ہو جاتا ہے۔ نیک کام کرنے میں اُس کی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی امرنالڈ اور بکسٹن کے سوانح عمری پڑھے اور اُسکو یہ نہ معلوم ہو کہ "ہمارے دل و دماغ تازہ ہو گئے۔ بکسٹن اور ارنالڈ کے عمدہ اور اچھے ارادے ہمارے دلوں میں مستحکم ہو گئے" ایسی کتابیں انسان کو اس قابل بنا دیتی ہیں کہ اپنے اوپر بہت زیادہ بھروسا کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ اس بات کو صاف دیکھ لیتا ہے کہ انسان سے کیا کیا ممکن ہے۔ بس قلم کتابیں امیدوں کی معاون اور دلوں میں جوش پیدا کرنے والی ہیں سوانح عمری پڑھتے پڑھتے کہیں نہ کہیں ایک ایسا نمونہ مل ہی جاتا ہے جو اُس کے حسب حال ہوتا ہے اور اس سے اُس کو بہت بڑا نفع پہنچتا ہے اُسکے دل میں بے اختیار یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں بھی اس کا سا ہو جاتا چنانچہ اسیطرح بہت سے ہو بھی گئے۔

سر سیموال سمیلی پہلے کچھ نامی مصنف نہ تھا لیکن اُس نے چینسلو ڈی گو سو[1] فرانسیسی کے حالات پڑھے تو وہ کوئی اور ہی ہوگیا - چنانچہ وہ خود لکھتا ہے - میرا دل قوی ہوگیا - ہمت جوش مارنے لگی - عزت اور ترقی کی نئی نئی راہیں نظر آنے لگیں - اور میری خواہشیں بہت ہی مضبوط ہوگئیں فرنیکلن[2] امریکہ کا نامی حکیم اور علم برق کا موجد جو بہت ہی غریب آدمی تھا اور پھر محض اپنی کوشش وسعی سے اس درجہ پر پہونچا کہ شہنشاہ فرانس نے اس کی دعوت کی اور اُس کے مرنے پر سارا امریکہ اُسکے غم میں دو مہینے تک سیاہ پوش رہا یہ لکھتا ہے کہ موتھہ صاحب کی کتاب (جسمیں اُنکی سوانح عمری تھی) پڑھکر مجھے ترقی کرنیکا حوصلہ پیدا ہوا اسیموال ڈرو لکھتا ہے کہ مینے فرنیکلن صاحب کے حالات کو پڑھکر چاہا کہ اپنے کو اُسکا سا بناؤں -

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے کیسکی سوانح عمری کو تفریحًا پڑھنا شروع کیا اور اُسکا ایسا قوی اثر ہوا کہ وہ دفعتًا بدل گئے پولوٹارک[3] کی زندگی

---

[1] چینسلر ڈی گوسو ایک جوہری کا لڑکا تھا - علم قانون دانی میں اسنے بڑی لیاقت پیدا کی - بیرسٹر بھی ہوا - پارلیمنٹ کا ممبر بھی مقرر ہوا - اُسنے اپنی بی بی کے مرنے کے افسوس میں خودکشی کی -

[2] فرنیکلن ملک امریکہ کا نامی حکیم ایک بہت ہی غریب آدمی تھا اسنے محنت اور کوشش سے بڑی ترقی حاصل کی محمدہ تا جلید پر مستاز ہوا - شہر بوسٹن میں ۱۷۰۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۹۰ء میں مرگیا -

[3] پولوٹارک ملک یونان کا نامی آدمی سوانح عمری لکھنے والا حکیم اور مسیل تھا سن عیسوی کے ۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا اور بہت بڈھا ہو کر مرا -

کے حالات پڑھکر الفیری[۱] ایک نامی نثری ہوگیا یعنی اُسکے دل میں یکایک انشاپردازی کی ایسی خواہش پیدا ہوگئی کہ وہ بہت جلد اس فن میں یکتا سے روزگار ہوگیا۔ مارٹن لوتھر[۲] جنے گویا سارے یوروپ کو پوپ کے ظلم و تعدی سے نجات دی صرف جان ھس[۳] کی سوانح عمری پڑھکر اپنے اس ایک کام پر مستعد ہوا تھا۔

ہر حالت میں بشاش رہنا ایک نہایت عمدہ خصلت ہے۔ اِس خصلت کے آدمی کی صحبت سے انسان ایسا جلد مُتاثر ہوتا ہے جیسے کسی متعدی مرض سے بشاش آدمی کے چہرے بشرے سے ایسی چمک دمک ظاہر ہوتی ہے کہ جس آدمی تک وہ پہنچتی ہے اُسکی امیدیں مضبوط اور تکلیفیں اور مصیبتیں دور ہوجاتی ہیں اُسکو کام اور محنت کی جرأت ہوجاتی ہے۔ کوئی کام ہو تب ہی پورا ہوگا جب دل سے کیا جائیگا اور کرنیوالا اُس کام کو خوشی اور بشاشت کے ساتھ کرے گا ھیوم[۴] اکثر کہا کرتا کہ میں مغموم بادشاہ پر بشاش

---

[۱] الفیری ملک اطالیہ کا شاعر تھا اسکی تحریریں بہت مؤثر ہیں ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۰۳ء میں مرگیا۔

[۲] مارٹن لوتھر ملک جرمنی کا رہنے والا عیسائیوں میں پروٹسٹنٹ مذہب کا پھیلانیوالا پوپ کو پوپ کے ظلم سے نجات دلانے والا اور انجیل کو اپنی زبان یا اردو میں ترجمہ کرنیوالا ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۴۶ء میں مرگیا۔

[۳] جان ہس ملک بوہیمیا کا رہنے والا اور عیسائیوں میں ایک نئے فرقہ کا مرجع تھا اسکے مذہبی عقاید عوام کے مخالف تھے اسلئے یہ قتل کیا گیا ۱۳۶۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۴۱۵ء میں مرگیا۔

[۴] ہیوم دیکھو صفحہ ۶۵ و ۶۶۔

مزدوروں کو ترجیح دیتا ہوں۔ انگلستان کے غلاموں کے دوست مغیر واہ گرنیول شارپ صاحب دن بھر تو نہایت سخت کام کیا کرتے اور شام کو اپنے چند احباب کے ساتھ گاتے اور موسیقی بجایا کرتے۔

ڈاکٹر آرنالڈ بھی ایک بڑا خوش مزاج اور محنتی شخص گذرا ہے جس نے اپنے کو نوجوانوں کی تعلیم میں ہمہ تن مصروف کر دیا تھا اس کے کل طلبا بشاش رہتے اور ایک ایک کام ہر ایک کے سپرد تھا اور ہر ایک کو اس سے از حد محبت تھی۔ یہ ادنی سے ادنی کام کو بھی خوب جی لگا کر کرتا یہ اس بات پر پکا یقین رکھتا تھا کہ انسان کام ہی کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے اور اسی لئے انسان کو طرح طرح کی جسمانی اور روحانی قوتیں عطا ہوئی ہیں۔ کام ہی سے اسکی فطرت کی ترقی ہوگی اور کام ہی کے ذریعہ سے وہ الوہیت کے درجے سے نزدیک ہوتا جائے گا اور مقرب خدا کہلائے گا اُسکے شاگردوں میں سے ھوڈسن نے بڑا نام پایا۔

ہوڈسن نے ہندوستان سے اپنے ایک دوست کو یہ خط لکھا تھا "ہندستان میں بکر بھی اپنے رگ پے میں اوستاد کی تعلیم کا اثر پاتا ہوں اور الحمد للہ کہ میرے کل ماتحت بھی اُس اثر سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔"

محنتی اپنے ہمسایوں پر کتنا اثر پہونچا سکتا ہے۔ اِسکو سر جان سن کلیر کی سوانح عمری بہت عمدہ طور سے ثابت کرتی ہے۔ اس کا سا محنتی

سلہ گرینول شارپ دیکھو صفحہ ۱۰۔

شخص یہاں سے یورپ میں نہیں ہوا۔ یہ اسکاٹ لینڈ کے شمالی حصہ میں پیدا
ہوا تھا۔ یہ ملک ایسا غیر آباد تھا کہ شاید ہی کوئی دوسرا حصہ اسکاٹ لینڈ کا ویسا
ہو۔ جب یہ سولہ برس کا تھا تب اسکے والد نے قضا کی۔ یہ بہت بڑے زمیندار
تھے۔ انکے مرنے پر کُل انتظام سرجان کے سپرد ہوا۔ قصہ مختصر اٹھارہ برس
کے سن میں یہ اپنے وطن کی تہذیب اور اصلاح پر کمربستہ ہوا۔ وہاں کی
فلاحت نہایت ہی بُری حالت میں تھی کسی کی کھیت کے گرداگرد آل[۱] نہ تھی جہاں
پانی تھا رہا رہتا اس کو نکال پھینکنے کی ترکیب کسی کو معلوم نہ تھی۔ کسان ایسے
غریب تھے اور جوتنے کے لئے گھوڑے تک اُن کے پاس نہ تھا۔ عموماً ایک
کھیت چھ یا آٹھ زمینوں میں بانٹ دیا جاتا تھیں۔ جب کسان کا گھوڑا مر جاتا
تو وہ شادی کر لیتا اور کبھی نقصان نہ اٹھاتا کیونکہ گھوڑے اور عورت
دونوں سے کھیت کی جوتی کا کام برابر ہی نکلتا تھا۔ سب شہر میں نہ تو
کہیں پل تھا اور نہ کوئی سڑک۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے صرف
ایک راہ پہاڑ پر ہو کر تھی اور وہ بھی ایسا تنگ اور ... کہ جہاں جان بکھیل کر
چلنا پڑتا تھا۔ سرجان نے [illegible] چھ میل [illegible] یہ پہاڑ ہو کر [illegible]
چاہا اُس بستی کے رہنے والے اُسکے اس قصد پر خوب ہنسے اور کہنے لگے کہ
اس نے تو ایسے کام کا ارادہ کیا ہے جس کا ہونا سارے طبیعی وقت سے بھی غیر ممکن
ہے لیکن اُسنے بارہ ہزار مزدوروں کو اس کام میں لگا دیا اور خود بھی اُنکے
کام میں شریک ہو گیا۔ سب مزدوروں کی نگرانی کرتا اُن کا دل بڑھاتا جاتا

۱ کھیتوں کے اردگرد تھوڑی بلند مٹی ڈالکر اسکی حد بندی کی جاتی ہے

ایک ہی دن میں چھ میل تک سڑک تیار ہوگئی۔ دیکھنے والے عالمِ تحیر میں تھے۔
جادو کا کارخانہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ کام بہت عمدہ ہوا اور اسکا اثر سارے شہر کے
آدمیوں پر ہوا اِسکے بعد یہ سڑکوں۔ پُلوں۔ پن چکیوں کی تعمیر میں مصروف ہوا
اور غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے لگا۔

اس نے کھیتوں کے درست کرنے کا بہت ہی عمدہ طریقہ جاری کیا اور
رعایا پر بہت رعایت کی تاکہ اُن کی ہمت بڑھے۔ غرض تھوڑے ہی عرصہ
میں تھے تھنس جو ایک نہایت گمنام شہر تھا اس کی کوششوں سے فلاحت
اور ہر قسم کی ترقیوں میں دوسرے شہروں کے لئے نمونہ ہوگیا۔ تھے تھنس میں
ڈاک پہلے ہفتہ وار آیا کرتی تھی اسنے کہا کہ جبتک یہاں کی ڈاک روزانہ نہو جائیگی
تب تک مجھے چین نہ آیگا اسکے اس قصد پر سب قہقہے مارتے تھے اور گویا یہ
مثل ہوگئی تھی کہ جب لوگ کسی کام کو غیر ممکن سمجھتے تو آپس میں طعنے سے کہتے کہ
ہاں جبتک یہ کام اسدن ہوگا جبدن سرجان کی ڈاک روزانہ جاری ہوجائیگی
لیکن خدا کے فضل سے اسکے کل ارادے پورے ہوے اور روزانہ کی ڈاک
جاری ہو ہی گئی۔

اُس زمانہ میں انگلستان کی اون کی تجارت بہت خراب تھی اس نے
اپنی توجہ اسکی طرف مائل کی اور ایک سوسائیٹی قایم کی اور اپنے روپیہ سے
بھی آٹھ سو بھیڑیں غیر ملکوں سے منگوائیں آخر چند ہی برس میں اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ غیر ملکوں کی تین لاکھ بھیڑیں اسکاٹ لینڈ میں پھیل گئیں۔ اس
سے چراگاہوں کی مالگذاری بھی بڑھ گئی۔ اور اسکاٹ لینڈ کی زمینداری

کا ٹنک بھی بدل گیا۔

سر جان تیس برس تک پارلیمنٹ کا ممبر رہا اور رفاہ عام کے بہت سے
کام کئے اور برابر ایسے ہی کاموں کا ممد و معاون رہا۔ ایک مرتبہ پٹ صاحب
وزیر اعظم انگلستان نے خود ان سے کہا کہ اگر کسی امر میں آپ مجھ سے مدد چاہتے
ہوں تو میں بخوشی مدد کرنیکو مستعد ہوں۔ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اسکو اپنی
ذاتی ترقی کا عمدہ موقع سمجھتا لیکن اُنہوں نے یہی جواب دیا کہ مجھے اپنے لئے
کچھ ضرورت نہیں ہے ہاں اگر فلاحت کا ایک قومی سررشتہ قائم کیا جائے
تو مجھ پر بڑا احسان ہو اُدھر بینگ صاحب جو اُسوقت وہاں موجود تھے طنز
سے کہنے لگے کہ ایسا سررشتہ اس دنیا میں تو نہیں ہونیکا ہاں چاند میں البتہ
ہو سکتا ہے[1]۔ لیکن سر جان اپنے ارادہ پر برابر قائم رہا اور پارلیمنٹ کے بہت
سے ممبروں کو اپنی طرف کر لیا اور واقعی وہ سررشتہ قائم ہی کر چھوڑا اور
خود اس سررشتہ کا افسر اعلے مقرر ہوا۔ اس سررشتہ کا کیا اثر ہوا اس کے
بیان کی ضرورت نہیں۔ سارے قلمرو برطانیہ کی کیفیت ہی بدل گئی لاکھوں
بیگھہ زمین جو محض ویران اور غیر آباد تھی آباد ہو گئی۔ اس نے ان کانوں
کی بھی جو مچھلیوں کے شکار کے لئے تھے بڑی مدد کی۔ چنانچہ
تھرسو اور وک شہر میں جو ایک بھاری کارخانہ جاری ہوا تھا وہ انہیں کی
کوششوں کا نتیجہ تھا۔ وک کے کارخانہ نے اسقدر رونق پکڑی کہ سارے

(۱) یورپ کے عالموں کے نزدیک چاند سورج بلکہ ہر ستارہ اس دنیا کی طرح ایک جدا دنیا
ہے بعض کی رائے ہے کہ وہ آباد بھی ہے۔

جہان میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا یہ جس کام میں مصروف ہوتا اُس میں ہمہ تن
مصروف ہو جاتا اور سست اور کاہلوں کو محنتی اور کام کا آدمی بنا دیتا
تھا جنکے دلوں کی امیدیں اور خواہشیں مردہ ہو گئی تھیں اُن کو دلاسا دیتا اور
اُن کے ساتھ مل کر خود کام کرتا تھا ۔ جب فرانس والوں نے انگلستان پر حملہ
کرنا چاہا ! تو اُس نے وزیر اعظم سے کہا کہ میں خود فوج تیار کرکے سرکار کی
مدد کروں گا ۔ چنانچہ اُس نے اپنی سعی و کوشش سے ہزار سپاہیوں کی ایک
فوج تیار کی ۔ یہ فوج ایسی عمدہ تھی کہ سارے انگلستان میں اپنا مثل نہ رکھتی
تھی یہ جسوقت شہر ابرڈین میں اپنی فوج کو قواعد سکھلاتا تھا اسوقت مندرجہ ذیل
خدمتیں بھی اسی سے متعلق تھیں ۔
اسکاٹلینڈ کے بنک کی ڈائرکٹری ۔ اڈن کی سوسائٹی کی صدارت و ککے
شہر کی افسری ۔ مچھلیوں کی کمیٹی کی ڈائرکٹری ۔ صیغۂ مالگزاری کی کمشنری
پارلیمنٹ کی ممبری ۔ صیغۂ فلاحت کی صدارت ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے
کہ جن دنوں یہ اسقدر کارخانوں کی نگرانی اور انتظام میں مصروف تھا اُس
زمانہ میں اسکو کتابوں کی تصنیف کی بھی مہلت ملتی تھی اور کتابیں بھی کیسی ؟
جن سے انسان فخر اور عزت حاصل کر سکے ۔ جب امریکہ کے ایلچی نے مسٹر
کوک[1] سے دریافت کیا کہ علم فلاحت میں کون سی کتاب عمدہ ہے ؟ تو
انہوں نے یہی کہا کہ اسکا جواب سر جان بخوبی دے سکتے ہیں کیونکہ اسوقت
سارے انگلستان میں اس علم میں یہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۔ پھر جب

---

[1] مسٹر کوک انگلستان کا مشہور سیاح تھا ۱۷۲۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۷۹ء میں مر گیا۔

ہر شخص نے مسٹر وینس ناٹ سے سوال کیا کہ انگریزوں کے تمدن کے اصول اور سرکاری خزانہ کے بارے میں کون سی عمدہ کتاب ہے؟ تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ سر جان کی کتاب جسکا نام "تواریخ خزانہ سرکاری" ہے بے مثل کتاب ہے۔ انہوں نے ایک اتنا بڑا کام کیا جسے سُنکر ہر شخص کو تعجب اور حیرت ہوتی ہے یعنی اکیس جلدوں میں سارے اسکاٹ لینڈ کے حالات جن میں ہر امیر وغریب کا حال مندرج ہے تیار کیا۔ اس سے پہلے ایسی عمدہ کتاب کسی ملک اور کسی زمانہ میں نہ لکھی گئی تھی۔ آٹھ برس میں اس کتاب کے بارے میں جتنے خطوط اِنکے پاس آئے اور جو انہوں نے بھیجے اُنکی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی۔ یہ سارا کام وہ محض دوسروں کے نفع کے لئے کرتے تھے کسی قسم کی ذاتی منفعت مدنظر نہ تھی۔

اسکاٹ لینڈ کے حالات کی اشاعت سے ملک کو بہت فایدہ پہونچا ظلم و تعدی کی بہت سی رسمیں اُٹھ گئیں۔ بہت سے اسکول ماسٹروں اور پادریوں کی تنخواہیں بڑھ گئیں۔ اِس کام کے بعد اِنہوں نے چاہا کہ انگلستان کے لئے بھی ایک ایسی ہی کتاب تیار کی جائے لیکن انگلستان کے لاٹ پادری نے مزاحمت کی۔

جس وقت ۱۷۹۳ء میں جنگ کی وجہ سے بہت سے کوٹھی والوں کا دیوالہ نکل گیا اور جن شہروں میں تجارت کے کارخانے تھے۔ اُن کی حالت بہت ردی ہوگئی تو اُن دِنوں اُنہوں نے ایسی مستعدی ظاہر کی جو کہ ہمیشہ زمانہ کو یاد رہے گی۔ تجارت کے کارخانوں کے بند ہوجانے سے شہر مین چسٹر اور

گلاسکو کے سب بڑے بڑے کارخانے بند ہونے کو تھے - غرباء نہایت پریشان تھے اُس وقت سر جان سنے پارلیمنٹ میں یہ بات پیش کی کہ پچاس لاکھ روپیہ اُن تاجروں کو جو ضمانت دیں تقاوی کے طور پر قرض دیئے جائیں پارلیمنٹ نے یہ بات منظور کر لی اور اس کی کارروائی کے لئے حسب درخواست سرجان کارکن بھی مقرر ہو گئے - پارلیمنٹ میں یہ بات رات کے وقت منظور کی گئی تھی اُس کی صبح کو سرجان سنے یہ خیال کیا کہ سرکاری کاموں میں دیر ہوتی ہی ہے ضرور اس کام میں بھی وقفہ ہوگا یہ سوچکر خود مہاجنوں کے ہاں گئے اور اپنی ضمانت پر سات لاکھ روپے قرض لئے اور جن تاجروں کو اسکی شدید ضرورت تھی اُنکے پاس فوراً بھیجدیئے اسکے بعد جب انگلستان کے وزیراعظم نے سرجان سے ملاقات کی تو کہنے لگا کہ مجھے نہایت افسوس ہے کہ وہ روپے جلد فراہم نہیں ہو سکتے - انہوں نے جواب دیا کہ روپیہ تو کل روانہ ہو چکے یہ جواب سُنکر وزیراعظم کے چھکے چھوٹ گئے - سرجان خود لکھتے ہیں کہ یہ جواب سُنکر پٹ صاحب ایسے متحیر ہوے جیسے کسی نے اُن پر گولی چلائی ہو - یہ شخص مرتے دم تک عمدہ اور نیک کاموں میں ہی مصروف رہا اور اپنے ہموطنوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ بن گیا - اسے اپنے عزیز و اقارب کی تعلیم کیطرف سے بھی غفلت نہ تھی - یہ لکھتا ہے کہ اسی برس کے سن میں میرے سات لڑکے جوان ہو گئے اور الحمدللہ کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسنے قرض لیا ہو یا جسنے کوئی ایسا ناشائستہ فعل کیا ہو جسکے لئے مجھے افسوس کرنا پڑے (خدا ہمارے ملک میں بھی ایسے ہی نیک آدمیوں کو پیدا کرے) +

باب (۰)

نیک چلنی

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو — ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
پس چناں زی کہ وقتِ مُردنِ تو — ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

وہ شے جو ملک کی حالت کو اعلیٰ بناتی ہے۔ جس سے ملک کو تقویت
ور فخر حاصل ہوتا ہے جو ملک کی حالت کو پھیلاتی ہے جو قومی نیکی کے اثر
لو قوی بناتی ہے جس سے ملک معزز اور حکمرانی کے قابل ہوتا ہے جس
ں وجہ سے لاکھوں سرنگون ہوتے ہیں جو غیر قوموں کے غرور کو توڑ ڈالتی
ہے جو غیر قوموں کو محکوم بنانے کا آلہ ہے۔ جو بڑائی اور بزرگی کا چشمہ ہے
نجا تاج و تخت ہے وہ شئے فی الحقیقت ایک قسم کی شرافت ہے مگر
ضعداری یا حسب و نسب کی بلکہ نیک چلنی کی (ٹامیس)

نیک چلنی ہی زندگی کا فخر و تاج ہے۔ انسان کی مقبوضہ چیزوں میں
سے اعلےٰ رتبہ رکھتی ہے یہ انسان کے دلوں پر حکمرانی کرتی ہے اسلئے
ایسی جائیداد ہے کہ جسنے اسپر قبضہ کر لیا گویا اُسنے ایک قسم کی حکومت

حاصل کرلی۔ اس سے ہر حالتوں کو بزرگی اور سوسائیٹی کے ہر درجوں کو سربلندی ہے۔ اسکا زور و اختیار دولت سے بڑھکر ہے جو باتیں دولت سے حاصل ہوتی ہیں وہ سب اس سے فراہم ہو جاتی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ دولت کی طرح اسپر کوئی حسد نہیں کرتا اسمیں وہ طاقت و زور ہے جو ہمیشہ اپنا اثر پیدا کرتا رہتا ہے اسلئے کہ یہ دل کی سچی عزت۔ کھرا پن اور استقلال کا نتیجہ ہے اور یہ ایسی صفتیں ہیں کہ انسان عموماً ان کی تعظیم و توقیر کرتا ہے اور ان پر اعتماد رکھتا ہے۔

نیک چلنی فطرت کی ایک پاکیزہ صورت کا نام ہے یا یوں کہو کہ کل اخلاقی صفات کا بعنوان شائستہ ایک شخص میں مجتمع ہونا بس اسی کا نام نیک چلنی ہے۔

نیک چلن آدمی سوسائیٹی کے صرف کانشنس (نور ایمان) ہی نہیں بلکہ ہر شائستہ ملک کے لئے تحریک دینے والے قوی بھی ہیں کیونکہ حقیقت میں قوائے اخلاقی ہی دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں۔ نپولین[1] کا قول ہے کہ جنگ میں بھی قوائے بہیمیہ پر قوائے ملکیہ کا زور و اختیار ویسا ہی رہتا ہے جیسے دس کا زور ایک پر۔

قوت۔ محنت اور قومی تہذیب بھی اُسی ذاتی چال چلن پر منحصر ہے۔ او رکل عدالتیں اسی پر مبنی ہیں۔ قانون و سررشتے بھی اسی کی شانیں ہیں۔ نیچر کے ترازو ہیں۔ ہر شخص ہر فرقہ ہر قوم اتنا ہی پاتی ہے جتنا پانے

---

[1] نپولین دیکھو صفحہ ۳۰

کی وہ تحریر ہے جسطرح نتیجہ سبب پر دلالت کرتا ہے اُسیطرح قومی حالت اُسکے چال چلن پر دلالت کرتی ہے۔

گو انسان علمی لیاقت پوری نہ رکھتا ہو اور دولت بھی کم ہو لیکن چال چلن اُسکا اگر عمدہ اور شایستہ ہے تو اُسکی قدر و منزلت ہمیشہ بڑھتی رہیگی۔ وہ پارلیمنٹ میں ہو یا بنک گھر میں ہو۔ دوکان میں ہو یا بازار میں۔

کیننگ[1] نے سنہ ۱۸۰۱ء میں اپنے ایک دوست کو کیا خوب خط لکھا تھا۔ جسکے یہ چند جملے میں نقل کرتا ہوں "میں نیک چلنی کی راہ سے ایک وسیع اور اعلی درجہ کی قوت اور اختیار تک پہونچونگا اور میں ہرگز کسی دوسری راہ پر نہ چلونگا۔ ہرچند میری چال اس راہ میں بہت تیز نہیں ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ جس منزل کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اُس کی سیدھی اور اصلی راہ یہی ہے"۔ ذہن والوں کی ہم صرف تعریف ہی کر سکتے ہیں اور یہیں تک بس ہے لیکن بھروسا و اعتماد کرنے کے لئے کچھ اور چیز بھی درکار ہے

لارڈ رسل[2] لکھتا ہے کہ انگلستان کے متخاصمین کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ ذہین صرف راے لیتے ہیں اور نیک چلن کی راے پر چلتے ہیں۔ نیک چلنی کے اس قوی اثر کو فرانسس هارنر[3] کی سوانح عمری بہت خوبی سے ثابت کرتی ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس کی نسبت سڈنی اسمتھ[4]

---

[1] کیننگ ہندوستان کا نامی اور مشہور گورنر جنرل تھا ایام بغاوت میں یہ ہندوستان میں تھا۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں پیدا ہوا تھا اور سنہ ۱۸۶۲ء میں مرگیا

[2] رسل دیکھو صفحہ ۱۰۱ [3] ہارنر دیکھو صفحہ ۲۰ [4] دیکھو صفحہ ۱۰۸۔

لکھتا ہے کہ وہ دس حکام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔
اُس کی بہر نوبہ پیشانی پر منقش تھے۔ اڑتیس برس کے سن میں یہ مرگیا اور اسی
اڑتیس برس میں اسی نیک چلنی کی وجہ سے سب پر اُسکا اختیار اپنے گنبے
کے آدمیوں سے بڑھکر تھا۔ سب اُس کے مداح تھے۔ سب کو اُس سے محبت
تھی سب کو اُسپر اعتماد تھا۔ اور اُس کے مرنے پر سوائے اُن چند آدمیوں
کے جو بالکل تنگ ظرف اور محض کمینہ تھے ہر شخص کو اُسکا غم تھا پارلیمنٹ
نے کبھی کسی ممبر کی وفات پر اس قدر تاسف ظاہر نہ کیا تھا جسقدر اس ممبر
کی وفات پر۔

میں ہر نوجوان سے پوچھتا ہوں کہ یہ عزت اُس نے کیوں کر حاصل
کی تھی کیا کسی رُتبہ اور درجہ سے ؟ نہیں وہ تو ایک ادنیٰ تاجر کا لڑکا تھا۔
کیا دولت سے ؟ نہیں۔ وہ اور اُس کے رشتہ دار کوئی خرچ ضروری سے
ایک حبہ بھی فاضل نہیں رکھتے تھے۔ کیا کسی آفس اور نوکری کے ذریعہ سے ؟
نہیں۔ اپنی تمام زندگی میں اُسنے ایک نوکری کی تھی اور وہ بھی چند دنوں
کے لئے۔ اور بہت ہی کم رتبہ اور کم درجہ کی۔ کیا ذہانت سے ؟ وہ
ذہین بھی نہ تھا۔ کیا فصاحت و بلاغت سے ؟ وہ ایسا فصیح و بلیغ بھی نہ تھا
ہاں البتہ صاف گو اور حق گو تھا۔ پھر کس وجہ سے وہ ایسا سربلند ہوا ؟ صرف
تیز محنت عمدہ اصول پر مشتمل ہونے اور اچھا دل رکھنے سے۔ کیا ان صفات
کے حاصل کرنے سے کوئی بھلا چنگا نوجوان مایوس ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں
بیشک صرف اسی نیک چلنی کی قوت نے اُسے ممتاز و معزز بنایا تھا اور

یہ اُسکی صفات خلقی اور ذہنی نہ تھے بلکہ کبھی تھے اُس سے بڑھکر ذہین اور لایق ممبر ہاوس اوف کامنس میں تھے لیکن کوئی اُس سے ان صفات حسنہ میں بڑھکر نہ تھا۔ بیشک ہارنر صرف اِس بات کے ثابت کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا کہ متوسط لیاقت بھی نیک چلنی کی بدولت کیا کرسکتی ہے۔

فرنیکٹ لن لکھتا ہے کہ مینے جو ترقی حاصل کی تھی وہ لیاقت سے نہیں کی بلکہ صرف کھرا پن اور سچائی سے۔ ہرچند میں بولنے میں رُکتا تھا اور خاطرخواہ نہیں بول سکتا تھا لیکن پھر بھی میرے ہموطنوں کے دلوں میں میری اتنی جگہ تھی کہ میری بات چل ہی جاتی تھی اور میرا مقصد پورا ہو ہی جاتا تھا۔

جسطرح علم ایک قسم کی طاقت اور زور ہے اسیطرح نیک چلنی کی بھی ایک خاص قوت ہے۔ دماغ بغیر دل کے۔ ذہانت بغیر نیک چلنی کے۔ چالاکی بغیر نیکی کے بیشک ایک طرح کی قوتیں ہیں لیکن صرف نقصان پہونچانیوالی۔ ایسے آدمیوں کی باتوں سے ہم صرف خوش ہو سکتے ہیں لیکن اُنکی تعریف کرنی اُسیقدر مشکل ہے جسقدر جیب کترنے والوں اور اُٹھائی گیروں کی۔ سچائی اور کھرا پن جوانا نہ چلن کی اصل ہے جسمیں صفتیں پائی جاتی ہیں۔

مستقل مزاج بھی ہے تو وہ ایک ایسا پُرزور اور قوی شخص ہے کہ کوئی سے روک ہی نہیں سکتا۔ ایسا آدمی بھلائیوں کے کرنے برائیوں سے نے مصیبت اور تکلیف کے اُٹھانے پر قادر ہوتا ہے۔ جب اسٹیفن کو کے قاتلوں نے گھیر لیا اور پوچھا کہ بتا تیرا وہ قلعہ کہاں ہے؟ تو اُس نے

فرنیکلن دیکھو صفحہ ۳۰

اپنے دل پر ہاتھ رکھکر کہا کہ یہاں ہے۔ ایسے موقع میں کھرے آدمیوں کے صفات حقیقت میں چمک اُٹھتے ہیں اور جب اُنکی کل صفتیں اُسے یکا یک نظر آتی ہیں تو آخرکو اُسکا سارا اپنی سچائی اور دلیری پر ہوتا ہے۔

لارڈ اِرسکاین[1] کا یہ قول اس قابل ہے کہ اسکو ہر شخص اپنے لوحِ دل پر نقش کرے۔ وہ کہتا ہے "جوانی میں میرا دستور تھا کہ جب کسی کام کو شروع کرنا چاہتا تو پہلے کونشنس (نورِ ایمان) سے پوچھ لیتا پھر اُسکے کہنے کے مطابق فوراً اُس میں ہاتھ لگا دیتا اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑتا۔ ان اصول پر اپنے شفیق اور مہربان والدین کے تعلیم کردہ تھے میں بڑھاپے تک عمل رہا اور ہرگز مجھے ان کے ذریعہ سے کبھی کسی طرح کا افسوس نہ ہوا۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ یہی میری ترقی اور حصولِ دولت کے باعث ہوئے اور اب میں اپنے لڑکوں کو بھی انپر عمل رہنے کی ہدایت کرتا ہوں"۔

زندگی کے مقاصد میں سب سے اعلیٰ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ چال چلن اچھا ہو۔ اس کے لئے مناسب کوشش کرنے سے حوصلے بلند ہوں گے اور مردانہ خیالات پیدا ہونگے۔ اصول کی بات ہے کہ مقصد کو ہمیشہ اعلیٰ ہونا چاہئے گو اُسکا انجام پوری طرح دشوار ہو۔ مسٹر ڈزریلی کہتے ہیں "وہ جوان جو اوپر نہیں دیکھتا اُسے پستی کے سوا کچھ دکھائی دے ہی نہیں سکتا۔ وہ جانور جو اوپر اُڑنا نہیں چاہتا وہ زمین پر رینگنے کے سوا اُڑنا سمجھ ہی نہیں سکتا

[1] لارڈ ارسکاین ملک اسکاٹ لینڈ کا ایک مشہور عالم اور ممبر پارلیمنٹ تھا۔ یہ بہت سے عہدہ اے جلیلہ پر ممتاز رہا۔ شہر اڈنبرا میں ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۳ء میں مرگیا۔

اور وہ جوانمرد جو آسمان پر تیر چلانا چاہتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہونچا سکا تو عالیشان درخت کے سرے تک تو ضرور پہونچائے گا۔ اسیطرح وہ اشخاص جن کے مقاصد اعلے ہوتے ہیں اگر وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوتے تب بھی اپنی حالت سے بلاشبہ کچھ ترقی کرسکتے ہیں۔

ہر کام اور ہر لفظ میں صدق و راستی نیک چلنی کی بنیاد ہے ڈیوک اوف[۱] ولنگٹن نے سر ابرٹ کے بارہ میں ہوس آف لارڈس میں جو کچھ کہا وہ قابل یادگار ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور وہ برابر کونسل میں رہے اور آپس میں دوستی بھی رہی لیکن مینے اُن کو ہمیشہ راستباز اور عادل اور قوم کا ترقی خواہ پایا۔ مجھے کبھی ایسا موقع نہ ملا کہ اُن کو کسی جگہ راستی سے ڈگتے دیکھتا اور کبھی اُن کی زبان سے ایسا لفظ نہ نکلا جو حق نہ ہو۔ انکا اقبال اور اُن کی ساری ترقیاں اسی وجہ سے تھیں۔

جھوٹ اور سچ کا اطلاق جسطرح اقوال پر ہوتا ہے اُسی طرح افعال پر بھی ہوسکتا ہے آدمی کو لازم ہے کہ جیسا وہ اپنے کو ظاہر کرتا ہے حقیقتاً وہ ویسا ہو بھی جائے انسان کو خود اپنی عزت اور غیروں کی عزت کا خیال اس بات پر بخوبی قایم رکھ سکتا ہے انسان چالاکی سے دھوکا پا بھی سکتا ہے۔ لیکن راستی سے کبھی نہیں ایسے آدمی جن کے افعال و اقوال میں کچھ تعلق یا تطابق نہیں ہوتا کبھی عزت نہیں پاسکتے یہاں تک کہ اگر وہ سچ بھی بولیں تو جھوٹ ہی سمجھا جائیگا۔

---

[۱] ڈیوک اوف ونگٹن۔ دیکھو صفحہ ۶۰۔

نیک چلن انسان کو لازم ہے کہ آفتاب کی طرح ظاہر و باطن۔ گھر، باہر ہر جگہ یکساں چمکتا رہے۔ ایک دانشمند لڑکے سے جب لوگوں نے استفسار کیا کہ تو نے وہ شفتالو کیوں نہیں چرائے وہاں تو کوئی بھی دیکھنے والا نہ تھا تو اُس نے کیا خوب جواب دیا کہ میں خود بہت بڑا دیکھنے والا موجود تھا میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ آپ اپنی نظروں میں ذلیل بنوں۔ بس حکایت میں ضمناً اس قوت کا بیان بھی ہو گیا ہے جسے کونشنس (نور ایمان) کہتے ہیں یہ قوت جب تک زور آور نہیں ہوتی اور چال چلن پر اپنا اثر نہیں ڈالتی رہتی ہے تب تک انسان کا چال چلن محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اکثر راستی سے قدم پھسل جاتا ہے اور لالچ میں پڑ کر بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور آخر کار اپنی نظروں میں آپ ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے گو لوگوں نے اُسے نہ دیکھا اگرچہ دُنیا کے سامنے وہ معزز ہی رہا۔ مجرم ثابت نہ ہو سکا۔ لیکن پھر بھی وہ شخص وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا کوئی اور ہی ہو جاتا ہے اُس کے دل کو قرار نہیں رہتا بلکہ کانشنس کی لگا تار چوٹ سے وہ ایسا مجروح اور مخبط ہو جاتا ہے کہ اپنی خبر آپ نہیں لے سکتا بیشک نامحرم مجرم کے لئے یہ سزا خوب ہی مناسب ہے۔ نیک چلنی کو ثابت و برقرار رکھنے والی بس یہی نیک عادتیں ہیں انسان میں عادتوں سے بڑھکر کوئی مادہ تیز قوی نہیں ہے۔ بلکہ خوب دیکھنے سے وہ عادتوں ہی کی ایک گٹھڑی معلوم ہوتا ہے مٹی ٹیس ٹیسیو[1]

[1] مٹی ٹیس ٹیسیو۔ ملک اطالیہ کا مشہور شاعر اور کئی ڈراما کا مصنف تھا شہر روم میں پیدا ہوا اور ۱۸۳۸ء میں مر گیا۔

عادت کا اسقدر قایل تھا کہ اُسکے نزدیک انسان عادت ہی عادت تھا - حتے کہ نیکی و بدی کو بھی وہ عادت ہی سمجھتا تھا - بٹلر[ف۱] کہتا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ اپنی تعلیم آپ کرے اور لالچ سے ہمیشہ بچتا رہے - اگر وہ نیکی کو اپنی عادت بنالے تو نیکی کرنی اُسپر ویسی ہی آسان ہوجائے گی جیسا پہلے بدی کرنی - جس طرح برابر ایک قسم کا کام کرنے سے اجسام اُسکے عادی ہوجاتے ہیں اُسی طرح روحانی قوتیں بھی نیکیوں کی مشق سے صفات حمیدہ کی خوگر ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ سچائی - انصاف اور سخاوت یہ سب بھی بالآخر عادتیں ہوجاتی ہیں اور ان کا عادی برائیوں سے خود متنفر ہونے لگتا ہے جس طرح تقوی کے عادی کو شراب خوری سے خودبخود نفرت ہوجاتی ہے اور دوربین اور مآل اندیش کو عیاشی و فضول خرچی سے خود ہی عداوت ہوجاتی ہے اِسلئے بُری عادتوں سے بچنے کے لئے صرف اچھی عادتوں کا حاصل کرنا ہی کافی ہے لیکن پھر بھی انسان کو اپنی غلطیوں پر کامل نظر رکھنی ضرور ہے ورنہ جہاں ایک غلطی ہوئی پھر دوسری غلطیوں پر جرأت ہوجاتی ہے - ایک صاحب کا قول ہے کہ عادتیں موتی کی مالا کی طرح ہیں کہ جہاں لڑی کھلی اور سب بکھر گئے -

عادتیں جب راسخ ہوجاتی ہیں تو بے قصد خودبخود ظہور میں آنے لگتی ہیں اور اُن کی ترقی اور قوت کا تب ہی امتیاز ہوتا ہے جب اُن کے خلاف

ف۱ بٹلر انگلستان کا مشہور پادری تھا اسکی چند تصانیف نہایت قدر کے قابل ہیں سنہ ۱۶۹۲ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۵۲ء میں مرگیا -

ہیں کوشش کی جاتی ہے۔

اپنی تعلیم آپ کرنی اپنے کو محنتی بنانا۔ صادق القول ہونا یہ سب خیالات اور عقائد ہی نہیں بلکہ عادتیں ہیں۔ بیشک ہمکو اللہ نے آزادی دی ہے لیکن وہ آزادی رفتہ رفتہ انھیں عادتوں کے ہاتھ کسی قدر بک جاتی ہے اور جن بحیرہ میں ہم اپنے کو باندھتے ہیں اُس میں بندھ جاتے ہیں اور پھر قسمت کی طرح اُس سے چھٹکارا محال ہوتا ہے۔

لڑکوں کو لڑکپن ہی میں نیک چلنی کا عادی بنانا اسقدر مفید ہے کہ اُسکا بیان مشکل ہے کیونکہ لڑکپن میں جو عادت پڑی سو پڑی۔ پھر وہ اُن کے دم کے ساتھ ہے اُن کی راسخ عادتوں کو چھوڑانا ویسا ہی ہے جیسے روغن سے چکنائی یا روشنائی سے سیاہی۔ ایک چھوٹے سے درخت پر اگر دو حرف کھود ڈالو تو وہ حرف اُس درخت کی بقا تک اُسکے ساتھ ہیں۔ جوں جوں وہ درخت بڑھتا پھیلتا جائیگا وہ دونوں حرف بھی بڑھتے اور پھیلتے جائیں گے لارڈ کولنگ وڈ[1] نے ایک نوجوان سے کہا کہ بیس پچیس برس کے سن کے قبل تم ایسا چلن سیکھ لو جو زندگی بھر تمہارے کام آوے کیونکہ پھر سیکھی ہوئی چیز کا بھلا دینا دشوار ہے ایک یونانی گمنے والے کا کیا خوب اور واجب قاعدہ تھا کہ جو دوسرے اُستادوں سے گنا سیکھ کر اُس کے پاس شاگرد بننے کو جاتے۔ اُن سے وہ دونی فیس لیتا تھا کیونکہ اُس کو اُن کی تعلیم میں دونی محنت پڑتی تھی۔

[1] لارڈ کولنگ وڈ انگلستان کا نامی اور دلیر جرنیل تھا ۱۷۴۸ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۱۰ء میں مر گیا۔

ایک انکو سکھانا دوسرے انکے پند کیے ہوے کو بھلانا حقیقت میں بری عادتوں کی بچپنی ورانت اکمیڈ نے سے بھی زیادہ مشکل اور تکلیف دہ ہے ہمیشہ انسان کو اس بات پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک ہو اچھی عادتیں حاصل ہوں اور بری عادتیں پاس نہ پھٹکنے پائیں۔

عادتوں کو کہاں تک دخل ہے اسکی انتہا کچھ سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ خوشی اور راحت بھی ایک طرح کی عادت ہی معلوم ہوتی ہے۔ بعض شخصوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہمیشہ ہر چیزوں کی تاریکی ہی طرف کو دیکھتے ہیں جانسن نے اسی لئے لکھا ہے کہ صرف اچھی ہی طرف نگاہ رکھنی ہزار روپیہ کے وظیفہ سے بہتر ہے ہم میں ایسی قوت موجود ہے کہ انہی باتوں کا خیال کریں جن سے روح کو مسرت حاصل ہو اور ان چیزوں کے خیال سے دل کو روکیں جن سے نہ ترقی ملتی ہے نہ خوشی۔ بلکہ انسان بے فایدہ بھی ان سے مغموم اور افسردہ بنجاتا ہے۔ نوجوان کا بشاش رہنا دوسری طرح لیاقتوں بلکہ تحصیل علم سے بھی کہیں بڑھکر ہے۔

جس طرح مکان کے چھوٹے چھوٹے سوراخوں سے بھی ہم دن کو دیکھ سکتے ہیں۔ اُسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی انسان کا چال چلن معلوم ہوجا سکتا ہے۔ ہم نیک چلن ہیں یا نہیں۔ اس کے دریافت کی بہت ہی صحیح ترکیب یہ ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم دوسروں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں۔

اعلےٰ۔ اونی اور برابر والوں سے بعنوان شائستہ ملنا۔ بہ سلوک

پیش آتا - انسان کے دل کو بالطبع خوش کرتا ہے - یہ ممکن ہے کہ انسان
مفلس ہو اور دولتمند دوں کی سی خیرات نہ کرسکتا ہو لیکن اگر وہ چاہے تو
یہ اخلاق بہت آسانی سے حاصل کرسکتا ہے - عمدہ اخلاق کا پرتو سوسائیٹی
پر ویسا ہی پڑتا ہے جیسا شمع کا بزم پر جو اُس کے سامنے آتا ہے وہ آپ سے
آپ منور ہو جاتا ہے ویسا ہی اسکو بھی ہر دل میں اس طرح سے راہ کرنی چاہئے
کہ کسی کو خبر بھی نہو - انسان ادنی ادنی باتوں سے دلوں کو خوش کرسکتا ہے
ایک لیڈی صاحبہ لکھتی ہیں کہ میں نے ایکبار ایک غریب لڑکی کو شفقت کی
نگاہ سے دیکھا تھا اُسکا اثر اُس لڑکی پر ایسا ہوا کہ خوشی کے مارے اُسکی آنکھوں
میں آنسو ڈبڈبا آئے - کیا کسی کو ایسے اخلاق کا روزانہ موقع نہیں ملتا ؟ لیکن
افسوس ایسے موقع کو ہم خود کھو بیٹھتے ہیں ، اور یہ نہیں دیکھتے کہ اخلاق میں
کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا اور اس سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے بیشک ع
اخلاق سب سے رکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے - سب سے سستی اور بیش بہا
چیز اگر ہے تو یہی مہربانی ہے - بڑے سے بڑے کام کو بھی اگر انسان نے
بہ جبر یا احسان رکھ کر کیا تو کیا وہ قابل شکر ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ! افسوس
کی بات ہے کہ دنیا میں ایسے آدمی بھی ہیں جنہیں اپنی ترش روئی پر ناز ہے
ایسے آدمی اگرچہ فطرتی نیک بھی ہوں لیکن لوگوں کو اُن سے نباہنا مشکل
پڑ جاتا ہے - ایسے آدمی کو (جو ہمیشہ دل شکن باتیں کرنے کے عادی ہیں اور
اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتے) کوئی شخص دل سے نہیں چاہ سکتا - اولیا کا
تو ذکر نہیں - اُن سے ہو تو ہو - یہ اُن کی کرامت ہے لیکن عام خلایق سے تو

نہیں ہو سکتا۔ بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ اخلاق رکھتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے وفورِ نوازش کے اظہار سے لوگوں کو سرفراز کیا کرتے ہیں لیکن یہ بھی حد سے گزرنا ہے خیرالامور اوسطہا (اعتدال سب سے عمدہ ہے) بہتیرے پورے محنتی اور دیانت دار تھے لیکن پھر بھی ترقی نہ کر سکے۔ اگر اس کی وجہ دریافت کی جائے تو عموماً یہی معلوم ہوگا کہ بدمزاج تھے۔

دوسروں کے خیالات اور رایوں کی قدر کرنی یہ بھی عمدہ اخلاق میں سے ہے۔ بعض جہاں دوسروں کی رائے اپنی رائے سے الگ پاتے ہیں فوراً ناراض ہو جاتے ہیں اور نا ملائم الفاظ اُن کی زبان سے نکلنے لگتے ہیں حالانکہ اختلاف رائے انسان کے مختلف الطبائع ہونے کا لازمی نتیجہ ہے پھر محض اختلاف رائے سے رنجیدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی صاحب اخلاق اور نیکدل کچھ اعلےٰ درجہ کے آدمیوں میں ہی نہیں ہوتے بلکہ بہت ہی غریب آدمی بھی اس صفت سے موصوف ہو سکتا ہے چارلس ولیم اور گرینٹ باشندگان شہر ان ورنس واقع اسکاٹ لینڈ کا قصہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہ باپ اور بیٹا دونوں مفلس کاشتکار تھے۔ تھوڑی سی زمین جو ان کے پاس تھی دریا کی طغیانی سے سب غارت ہوگئی اور اُن کا سارا مال و متاع بھی اُسی دریا میں تباہ ہوگیا۔ بہت ہی پریشان حال نوکری کی تلاش میں نکلے لنکاشائر کے قریب پہونچکر ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے اور چاروں طرف کی فضا دیکھنے لگے پھر دل میں سوچا کہ کدھر چلیں؟ آخر

سامنے یہ طے ہوا کہ ایک آدمی چھینکے۔ جدھر وہ گرے اُسی طرف چلیں۔ غرض
دونوں صاحب اور آدمی بھی اُسی طرف دونوں چلے۔ وہاں سے کچھ دور سام
یوتھن نام ایک ریاست تھا وہاں پہونچے اور ایک چھاپہ خانہ میں نوکر ہوگئے
اس کام کو انہوں نے ایسی دیانت اور محنت سے کیا کہ مالک مطبع دل و
جان سے راضی اور ان کا مداح ہوگیا۔ پھر یہ برابر ترقی کرتے رہے آخر
بہت مالدار ہوگئے ان دونوں نے اپنے روپے سے سیکڑوں اسکول
اور گرجے تعمیر کرائے اور ہر طرح سے انسان کی بہی خواہی پہ آمادہ رہے
انہوں نے اُس جگہ پر جہاں وہ لکڑی گری تھی ایک عالیشان عمارت اپنی
یادگار بنوائی۔ ایک تاجر نے جو اپنی کم ظرفی سے ان کی ترقیوں کو دیکھ
نہیں سکتا تھا۔ حسد سے ان کی مذمت میں ایک رسالہ چھپوایا۔ جب وہ
رسالہ گرینٹ کی نظروں میں گذرا تو انہوں نے اُسکو دیکھ کر اتنا ہی کہا کہ لکھنے
والا آخر ایک دن پچھتائیگا۔ جب یہ خبر اُس تاجر نے سُنی تو بولا کہ ہاں گرینٹ کو اپنی
امارت کا غرور ہے وہ سمجھتے ہیں کہ میں اُن کا ایک دن قرضدار ہونگا تب
وہ مجھ سے اسکا بدلہ لینگے لیکن میں ہرگز انہیں ایسا موقع ہی نہ دونگا۔ اتفاق
ایسا ہوا کہ اس تاجر کا دیوالہ نکل گیا اور پھر کارخانہ پھیلانے کے لئے اسکو ایک
سرٹیفکٹ لینے کی ضرورت پڑی۔ حسن اتفاق سے اُس وقت گرینٹ کے
سوا کوئی اعلے درجہ کا تاجر وہاں نہ تھا جسکی سرٹیفکٹ کارآمد ہوتی لیکن اُسے
گرینٹ کے یہاں جانے میں تو شرم آتی تھی آخرش جب اُسکے رشتہ داروں
نے اُسے مجبور کیا تب اُسنے گرینٹ کے ہاں جاکر اپنا سارا قصہ بیان کیا اور

سارٹیفکٹ مانگی گرینٹ نے پوچھا کیوں بھائی تم نے ہی وہ رسالہ چھپوایا تھا ؟" اِس سوال کے سُنتے ہی اُس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا ۔ اور سمجھا کہ اب یہ میرے کُل کاغذ جو اس کے سامنے رکھے ہیں آگ میں ڈال دیئے جائیں گے لیکن گرینٹ نے کہا میرا یہ دستور ہے کہ دیانتدار تاجر کی سرٹیفکٹ پر ضرور دستخط کرتا ہوں اور چونکہ تم دیانتدار ہو اسلئے تمہارے سرٹیفکیٹ پر بھی ضرور دستخط کروں گا ۔ لاؤ سرٹیفکیٹ لاؤ ۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میری بیشین گوئی تمہارے حق میں راست آئی ۔ بھائی میرے اُس کہنے کا یہ مطلب نہ تھا کہ میں تمہارے روزِ بد کا خواہاں تھا بلکہ اُس سے میری یہ مراد تھی کہ ایک دن تم ضرور جان لوگے کہ میں کیسا ہوں اور اسوقت تمکو اپنے اُس فعل پر ندامت ہوگی ۔ ان باتوں کو سنکر تاجر آنکھوں میں آنسو بھر لایا ۔ گرینٹ نے پوچھا آجکل کاروبار کا کیا حال ہے ؟ تاجر نے کہا قرض خواہوں کو سب چکا کر اب میرے پاس خرچ ضروری کے لئے بھی کچھ نہیں ہے ۔ سرٹیفکیٹ ملنے پر پھر کارخانہ شروع کروں گا" گرینٹ نے کہا اسے ہے تب تو آجکل تمہارے متعلقین پر بڑی تکلیف ہوگی ۔ میری طرف سے اُنہیں یہ سو روپے دینا اور یہ کہنا کہ اسے قبول کریں ۔ آیندہ اللہ مددگار ہے ۔ جب یہ تاجر وہاں سے چلا تو اسکی یہ کیفیت تھی کہ بچوں کی طرح سے روتا جاتا تھا ۔

جنٹل مین (شریف آدمی) وہ ہے جسکی جمعیت عالی ہے ۔ جنٹل مین وہ ہے جو مصیبت اور افلاس میں بھی جنٹلمین ہی ہے ۶ گر بہ پستی ہے سی پست نگردی مردی ۔ جنٹلمین وہ ہے جو کھرا اور نیک ہے اور ہمیشہ سچ

ہوتا ہے۔ اُسکو ہمیشہ اپنی عزت کا خیال رہتا ہے۔ اپنے کانشنس دنور ایمان) کی ہدایتوں پر چلتا ہے جیسی وہ اپنی قدر کرتا ہے ویسی ہی دوسروں کی عزت کا بھی اُسے خیال ہے۔ جمیع انسان اُسکی نظروں میں قابل تنظیم و تکریم معلوم ہوتے ہیں اُس سے کوئی کمینہ کام ہو نہیں سکتا سچائی اُسکا قانون ہے جب وہ کہتا ہے ہاں تو وہی ہاں اُسکا قانون ہے اور جب کہتا ہے نہیں تو وہی نہیں اوسکا قانون ہے وہ اسکے خلاف نہیں کر سکتا۔ ایسے آدمی کو کوئی رشوت بھی نہیں دے سکتا ڈیوک آف[۱] ولنگٹن جب اسائی کی لڑائی میں فتحیاب ہوا تو ایک دن ریاست حیدرآباد کا وزیراعظم اُسکے پاس آکر کہنے لگا کہ جو صلح نظام اور مرہٹوں میں ہوئی ہے اُس میں کون کون ملک نظام کو دینے کے لئے تجویز کے گئے ہیں؟ اگر آپ مہربانی فرما کر ان امور سے مجھے مطلع فرماویں تو دس لاکھ روپے آپ کی نذر ہیں ڈیوک اس بات کو سنکر کئی منٹ تک اُس وزیر کی طرف دیکھتا رہا۔ اور بولا کہ اگر کوئی پوشیدہ بات تم سے کہی جائے تو شاید تم اُسکی رازداری کر سکتے ہو؟ وزیر نے کہا "بیشک" تب اُسنے کہا میرا بھی یہی حال ہے" اور یہ کہکر فوراً وزیر کو رخصت کر دیا۔ اگر ولنگٹن چاہتے تو بذریعہ رشوت کے ہندوستان سے کروڑوں روپیہ پیدا کر لیتے۔ لیکن یہ اُنہی کا دل تھا کہ ایک غریب کی طرح ولایت واپس گئے۔

میسور کی فتح کے بعد ایسٹ انڈیا کے ڈائرکٹروں نے دس لاکھ روپیہ

۱۔ ڈیوک آف ولنگٹن دیکھو صفحہ ۶۰

مارکوئیز ولزلی[ا] کو انعام دینا چاہتا - اُنھوں نے نامنظور کیا اور لکھا - "مجھے ہرگز یہ منظور نہیں ہے کہ میں ہی انعام پاؤں اور میری فوج کے سپاہی مُنہ دیکھتے رہ جائیں" سر چارلس نیپر[۲] کو فتوحات سندھ میں وہاں کے نماسوں سے تین لاکھ روپے رشوت ملتے تھے لیکن اُنھوں نے ایک نگاہ بھی نہ لیا - بے شک وہ مفلس جس کا دل غنی ہے اُس غنی سے کہیں بڑھ کر ہے جسکا دل مفلس ہے - بقول سینٹ پال[۳] کے "ایک کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن سب کچھ ہے اور دوسرے کے پاس سب کچھ ہے مگر کچھ نہیں"۔ ایک کو امیدیں ہیں اور خوف نہیں اور دوسرے کو صرف خوف ہے اور امیدیں مطلق نہیں - جس شخص کی سب چیزیں تو گم ہو جائیں لیکن دلیری - بشاشت - امید - نیکی - ذاتی وقار ویسی ہی باقی رہے تو اگرچہ اُس کے پاس کچھ نہیں لیکن سب کچھ ہے اور حقیقت میں وہ ایک بڑا مالدار ہے - سچی دلیری اور رحمدلی ساتھ ساتھ رہتی ہے دلیر ہمیشہ معاف کرنے کو تیار رہتا ہے یہی ہوتا ہے کہ کبھی بے رحم اور ظالم نہیں ہوسکتا -

---

[ا] مارکوئیز ولزلی ہندوستان کا مشہور گورنر جنرل تھا - شہر ڈبلن میں ۱۷۶۰ء میں پیدا ہوا اور لنڈن میں ۱۸۴۲ء میں مرگیا

[۲] سر چارلس نیپر انگلستان کا مشہور جرنیل تھا آیرلینڈ میں ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۵۳ء میں مرگیا

[۳] سینٹ پال حضرت عیسیٰ کے نامی حواری تھے -

شریف کا امتحان بیسیوں طرح ہو سکتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ تم دیکھو کہ وہ اپنے اختیارات کو اپنے محکوموں پر کس طرح صرف کرتا ہے۔ عورتوں اور بچوں کا اُسکو کیسا خیال ہے اگر وہ افسر ہے تو اپنے ماتحتوں سے کیسا برتاؤ رکھتا ہے۔ اگر وہ تاجر ہے تو اپنے نوکروں اور خادموں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے اگر وہ ماسٹر ہے تو اپنے شاگردوں سے کس طرح پیش آتا ہے۔ ان حالتوں میں اگر انسان عقل عفو۔ رحم کے ساتھ کام کرے تو بیشک شریف ہے اور جو بیکسوں اور کمزوروں کو ستاتا ہے وہ نامرد ہے ہرگز جوانمرد اور دلیر نہیں۔ دیو کی سی طاقت رکھنی بے شک بہت عمدہ ہے لیکن دیو کی طرح اُس طاقت کا استعمال کرنا ظلم ہے۔ فی الحقیقت شرافت کے جانچنے کے لئے نرم دلی ایک بہت عمدہ اور صحیح کسوٹی ہے۔ شریف اپنی ذاتی تکلیف گوارا کر سکتا ہے لیکن دوسروں کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔ آنکو ستانا تو کہاں وہ کبھی اپنی قوت و دولت۔ علم و چلن پر غرور اور فخر نہیں کرتا۔ سروالٹر اسکاٹ نے لارڈ سوتھمپن کی صرف اتنی ہی تعریف کی ہے کہ لارڈ صاحب اس لیاقت کے آدمی ہیں کہ انسان اُن کا احسان مند ہو سکتا ہے یعنی وہ کسی پر اپنا احسان نہیں جتاتے غور کرو تو یہ بہت بڑی تعریف ہے۔ فولر[1] نے شریف کی بہت اچھی تعریف کی ہے وہ کہتا ہے "جو بدکاریوں سے پاک۔ کاروبار میں منصف۔ بات کا پکا۔ ماتحتوں پر مہربان۔ مستقل محنتی۔ بڑے کاموں میں ہمیشہ دلیری سے مستعدی ہو۔ وہی شریف ہے"۔ خدا کرے ہمارے ملک کے معزز شرفا بھی ان تعریفوں کے مصداق بنیں" (مترجم) **کتاب تحریک تمام ہوئی**

[1] فولر دیکھو صفحہ ۱۰۲ (یہ کتاب حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے)